مسلکِ علمائے دیوبند
اور
حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
افادات
جامع شریعت و طریقت سیدی حضرت اقدس مفتی محمود حسن دامت برکاتہم
چشتی قادری سہروردی نقشبندی مفتی اعظم ہند و پاک
مرتب:- محمد رحمت اللہ کشمیری
ناشر
مکتبہ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

مسلکِ علمائے دیوبند

اور

حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

افادات

جامع شریعت و طریقت سیدی حضرت اقدس مفتی محمود حسن دامت برکاتہم
چشتی قادری سہروردی نقشبندی مفتئ اعظم ہند و پاک

مرتب:- محمد رحمت اللہ کشمیری

ناشر

مکتبہ دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب

مسلکِ علماءِ دیوبند اور حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

افادات:- سیدی حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی دامت برکاتہم
مُرتِّب: ــــــ محمد رحمت اللہ میر قاسمی کشمیری
اشاعت: ــــــ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
قیمت: ــــــ
صفحات: ــــــ ۶۴
ناشر: ــــــ مکتبہ دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر
کتابت: ــــــ محمد سفیان اعظمی

ملنے کے پتے

(۱) کتب خانہ نعمانیہ دیوبند
(۲) مسجد چھتہ دارالعلوم دیوبند
(۳) کتب خانہ یحیوی سہارنپور
(۴) جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل بلساڑ گجرات
(۵) بیت الحکمت دیوبند

فہرست مضامین

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ط

عرضِ مُرتّب

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصّلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا ونبینا وحبیبنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن تبعہ باحسان اجمعین الیٰ یوم الدین۔ امّا بعد!

زیرِ نظر کتابچہ کوئی مستقل تصنیف نہیں۔ بلکہ سیّدی حضرت اقدس جامع شریعت طریقت مفتی محمود حسن گنگوہی دامت برکاتہم کے وہ ملفوظات ہیں جو آپ نے چند مجلسوں میں کچھ سوالات کے جوابات کے بطور بیان فرمائے۔ یہ سوالات اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت ہی اہم ہیں۔ خصوصاً اس دَورِ پُر فتن میں جبکہ ہم بنظرِ غائر اپنے گرد و پیش کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات مخفی نہیں رہتی کہ اللہ پاک کے محبوب بندوں، نیک اولیاء اور رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلّم سے قرب و عشق رکھنے والے عظیم نفوس کی جانب غلط چیزیں منسوب کرکے اُمّت کے دلوں سے ان کی عظمت اور محبت کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے جس کا لازمی نتیجہ غلط فہمیوں کا پیدا ہونا ہے۔ اور اس طرح سے عوام الناس غلط فہمیوں کا شکار ہوکر افادہ سے محروم رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ نفعِ تام کے لئے اعتماد و اُنس نہایت ضروری ہے۔ پس سادہ لوح مسلمانوں کو اس ضرر سے بچانا بہت ضروری معلوم ہوا۔ رہ گئے اولیاء کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کے مرتکب حضرات تو ان کے لئے مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (بخاری) کا تہدیدی اعلان کافی ہے۔

اس اعلان کے بعد ان سے مزید الجھنے کی ضرورت ہی نہیں۔

علماء اہل سنّت والجماعت یعنی علماء دیوبند اعلیٰ اللہ مراتبہم کے بارے میں اسوۂ اکابر نمونۂ اسلاف حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہٗ العالی کے ان ملفوظات سے اللہ پاک کی عنایت سے ایک بڑے طبقہ میں غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔ اسی بنا پر ان مجالس کو مرتّب صورت میں علیحدہ کتابچہ کی شکل میں نذرِ قارئین کیا جارہا ہے تاکہ افادہ عام وتام ہو۔ اس سلسلے میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت کے جملے بعینہ نقل ہوں کہ ان میں ایک خاص سرور و لطف کی کیفیت ہے۔ البتہ ممکن ہے کہ کشمیر کے ماحول میں جہاں اردو زبان و لغت میں بھی اختلاط ہی کا دور ہے قارئین کچھ مشکل محسوس کریں گے ناچیز مرتب اس سلسلے میں معذرت خواہ ہے۔ البتہ یہ احتیاط ضرور کی گئی کہ ان ملفوظات میں جو مضامین ایسے آئے ہیں کہ اس سے پہلے حضرت کے مواعظ یا ملفوظات میں مطبوع ہوئے وہاں مطبوعہ کتب سے ہی ان عبارتوں کو لیا گیا کہ ان مواعظ و ملفوظات کے مرتبین المحترم مفتی محمد فاروق صاحب و مولانا مسعود احمد صاحب مدظلہما) کافی چھان بین اور احتیاط کے ساتھ مضامین نقل فرماتے ہیں۔

پھر بھی ممکن ہے کہ خامیاں باقی رہ گئی ہوں تو ان کو اس ناچیز مرتب کے قلتِ تدبر و تجربہ پر محمول کر لیا جائے۔ اور مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مسودہ کے مضامین کو دیوبند حاضری کے موقع پر سیدی حضرت اقدس دامت برکاتہم کو سنایا گیا۔ پھر اللہ پاک کی عنایت سے برادر گرامی قدر مولانا مفتی محمد فاروق صاحب مدظلہٗ العالی نے مسودہ پر نظرِ ثانی کر کے اطمینان کا اظہار فرمایا۔ اس طرح سے قلب کو تشفی ہوئی۔ اور کتابت و طباعت کے مراحل کے لئے مسودہ کو تیار کر دیا۔ اللہ پاک بآسانی تکمیل فرمائے۔

خدا کرے کہ یہ کتابچہ قلوبِ مریضہ کیلئے تریاق ہے ــــ اور مرتب و جامع کے لئے بھی ان بزرگوں اور اکابر اولیاء کے طفیل نجات کا باعث بنے۔ آمین! وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

وانا العبد الاواہ محمد رحمت اللہ عفا اللہ عنہ وعافاہ

دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر ۳ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوالات:۔ (۱) دیوبند والوں کا مسلک کیا ہے؟ کیا اکابر دیوبند میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی پایا جاتا ہے؟ (۲) کیا اکابر دیوبند اولیاء کو نہیں مانتے؟ (۳) وہابی کون ہوتے ہیں کیا دیوبندی بھی وہابی ہیں؟ (۴) بعض لوگ کہتے ہیں کہ دیوبند والے اہلِ سُنّت والجماعت نہیں ہیں۔ اور یہ بریلوی اور رضا خانی کون ہیں؟

ارشاد فرمایا:۔ اس رمضان سے پہلے رمضان میں ایک صاحب کا خط آیا میرے پاس۔ لکھا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں تم دارالعلوم دیوبند میں ملازمت کرلو۔ اس کی تعبیر کیا ہے؟ میں نے ان کو جواب لکھا کہ دارالعلوم دیوبند کے جو اربابِ حل وعقد ہوں آپ ان سے بیان کیجئے۔ اگر ان کو بھی کوئی بشارت اور خوشخبری ہوئی ہو تو معاملہ آسان ہے۔ آپ کی ملازمت ہو جائے گی۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلکِ دارالعلوم کو لازم پکڑ لو۔ اب وہ مسلکِ دارالعلوم کیا ہے۔ وہ پانچ چیزیں ہیں۔

(۱) عشقِ الٰہی کی سوزش سینے میں ہو اور اللہ کے راستے میں جان دینے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔

(۲) تمام رسومِ شرکیہ سے بچتے ہوئے توحیدِ خالص پر اعتقاد ہو۔

(۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر مخلوق کی محبت پر غالب ہو۔

(۴) زندگی کا ہر ہر گوشہ اتباعِ سُنّت سے منوّر ہو۔

(۵) اشاعتِ دین کی لگن ہو۔

یہ پانچ چیزیں ہیں۔ ان پانچ چیزوں کو اپنے اوپر لازم کر لیجیے۔ یہی دار العلوم کی ملازمت میں ان کے خط میں اتنا ہی لکھا تھا۔ لیکن سب چیزوں کی تشریح بھی چاہیے۔

عشقِ الٰہی کی سوزش اور اکابرِ دیوبند کے واقعات

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے قصائد پڑھے ہوں گے وہ فرماتے ہیں ؎

تو میرا میں تیرا، میں تیرا تو میرا

اسی قسم کے الفاظ ہیں۔

ان کی دعا ہے کہ یا اللہ مجھے قبر سے نابینا نہ اٹھائیے اور نہ دنیا سے نابینا اٹھائیے۔ بلکہ اپنے دیدار کا جلوہ دکھاتے ہوئے اٹھائیے۔ یہ عشقِ الٰہی کی ہی بات ہے۔

نیز مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو شخص جس چیز سے زیادہ محبت کرتا ہے اس کا تذکرہ زیادہ کیا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ذکرِ (الٰہی) زیادہ کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ بڑھاپا آگیا۔ سانس نہیں رہا۔ کمزوری کی وجہ سے سانس تھوڑا رہ گیا۔ صرف ایک سو اسّی ضربیں ایک سانس میں لگاتا ہوں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت (ذکر وغیرہ) کتنا پڑھ لیتے ہیں؟

فرمایا۔ پڑھنے کا زمانہ تو گیا۔ اعضاء مضمحل ہو چکے ہیں، طاقت ختم ہو چکی ہے پڑھنے کی

تاہم سوا لاکھ کے ذکر کا روزانہ کا معمول ہے (جبکہ وہ حدیث شریف بھی پڑھاتے تھے. درس دیتے تھے. طالبین کی تربیت بھی کرتے تھے)
اسی سے تو آثار ہیں کہ نیند بھی قربان کر دیتے ہیں، رات کا تھوڑا سا حصہ لیٹتے ہیں پھر اٹھ جاتے ہیں نماز پڑھنے کے لئے.

حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا علی میاں مدظلہٗ نے بیان کیا کہ میں حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دہلی نظام الدین گیا. وہاں سے ان کے ساتھ ہی میوات جانا ہوا. وہاں اجتماع تھا. عصر کا وقت تھا. شدید گرمی. مکانات پتھر کے. مسجد بھی پتھر کی. گرم ہی گرم. اور ایک مجمع کا مجمع مصافحہ کے لئے موجود.

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے مصافحہ کیا. مغرب کا وقت آیا. نماز پڑھی. میں نماز پڑھ کر نکلا کہ کسی دوسری مسجد میں چلا جاؤں. گرمی شدید ہے بڑا مجمع ہے ان کے سانس کی گرمی بھی مستقل. ڈھونڈتا بچتا بچاتا میں ایک دوسری مسجد میں پہونچ گیا. گرمی تو وہاں بھی تھی. لیکن بھیڑ (لوگوں کی کثرت) وہاں نہیں تھی. مسجد کے صحن میں بیٹھ گیا.

مسجد کے اندر سے قرآن پاک کی تلاوت کی آواز آئی کہ کوئی اس گرمی میں بھی تلاوت کر رہا تھا.

میں نے دیکھا تو وہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے وہ بھی اس اجتماع سے نکلے تھے. میں بھی نکلا تھا اس اجتماع سے. میں اس واسطے نکلا تھا کہ کچھ سکون کی جگہ مل جائے. وہ اس واسطے نکلے تھے کہ نماز پڑھنے کی جگہ مل جائے.

مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا تو تکان نماز سے رفع ہو جاتا ہے۔ میوات میں لمبے لمبے سفر کئے۔ کہیں آرام کا موقع نہیں ملا۔ اور جہاں جا کر ٹھہرنا تھا وہاں اخیر شب میں جا کر ٹھہرے۔ باقی لوگ تو پڑ کر سو گئے۔ مولانا نے چپکے سے اٹھ کر نماز کی نیت باندھ لی۔ بس نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ عشق الٰہی کے اثرات بتلا رہا ہوں۔

مولانا احمد شاہ کا واقعہ

ایک شخص حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، شاگرد اور محب بھی بہت محبت کرنے والے عاشق، پتلے دبلے، چھوٹا سا قد، داڑھی سفید، بال سفید، ان کا نام مولانا احمد شاہ تھا۔ حسن پور مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ مولانا احتشام صاحب سے انھوں نے فرمایا۔ بھائی میں فلاں جگہ جا رہا ہوں تم میرے ساتھ چلو، انھوں نے مجھے بلایا ہے۔ ایک مکان تعمیر کرنا چاہتے ہیں وہ لوگ۔ اس کی بنیاد رکھنے کے لئے مجھے بلایا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو تمہارے ہاتھ سے بنیاد رکھواؤں گا۔ مولانا نے کہا بہت اچھا۔ سفر شروع کرنے سے پہلے میں یہ طے کر رہا ہوں کہ تم امیر سفر ہو۔ انہوں نے کہا اچھی بات۔ چلتے چلتے وہاں پہونچ گئے۔ مگر وہاں مولانا کی طبیعت خراب ہو گئی۔ دست آنے شروع ہو گئے۔ اور ہر وقت با وضو رہنے کے عادی تھے۔ کئی مرتبہ رات میں اُٹھے۔ قضائے حاجت کی۔ پھر وضو کیا۔ جن صاحب کو امیر سفر بنا کر لائے تھے اِن سے انھوں نے کہا کہ حضرت آپ نے مجھے امیر سفر بنایا۔ آپ کا امیرِ سفر آپ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ آج آپ تہجد کے لئے نہیں اٹھیں گے۔ طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ سُن کر بالکل چُپ ہو گئے۔ نہ اقرار کیا نہ انکار۔ جب صبح صادق میں ایک گھنٹہ سوا گھنٹہ رہ گیا تو ان کے پیر کا انگوٹھا پکڑ کر ہلایا (امیر صاحب کا) انھوں نے دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہے ہیں۔

آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہے۔ کہا حضرت کیا بات ہے۔ انھوں نے فرمایا، دیکھو ستّاون برس ہو گئے جب میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس وقت سے آج تک میرا تہجد کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ تم امیر سفر ہو تم نے منع کر دیا۔ میں تم کو حضرت گنگوہیؒ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھ کو اجازت دے دو۔ کہا اجازت ہے۔ جس طرح آپ چاہیں کر لیجیے۔

ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی گھسٹ کر چل رہا ہے اپاہج ہے۔ اس سے پوچھا تم کون ہو کہاں سے آئے ہو کہاں جا رہے ہو۔ اس نے بتایا میں سمرقند سے آرہا ہوں۔ مکہ شریف بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے جا رہا ہوں اس سے پوچھا کب چلے تھے آپ؟ اس نے جواب دیا دس سال ہو گئے۔ دس برس سے گھسٹ کر چل رہے ہیں۔

یہ حیرت میں رہ گئے اور اس کو دیکھنے لگے۔ اس نے پوچھا کیا دیکھتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں حیرت میں پڑ گیا کہ رستہ کتنا طویل ہے اور تم کتنے معذور ہو؟ اس نے جواب دیا۔ کیا دیکھتے ہو ایسے شخص کو جس کو اس کا محبوب اٹھائے لئے جا رہا ہے۔ اپنے قدموں سے تھوڑا ہی چل رہا ہے۔ یہ ہیں عشق الٰہی کے آثار۔

ان کا حال یہ ہے کہ بار بار حج کے لئے جاتے ہیں۔ پیسے پاس نہیں مگر جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انتظام فرما رہے ہیں، بیت اللہ کو دیکھ رہے ہیں زیارت کر رہے ہیں عجیب حال ہے۔

مولانا محب الدینؒ اور مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ

وہاں (مکہ میں) مولانا محب الدین صاحب تھے جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ اپنے خلوت خانہ میں رہتے تھے۔ بڑے صاحب کشف تھے۔ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا تھا کہ آپ میرے

لئے دعا فرمادیں کہ مجھے مدینہ طیبہ کی مٹی قبول کرلے۔ میرا انتقال یہاں ہو۔

ایک مرتبہ انھوں نے مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو خط لکھا کہ آپ جلدی آجائیں۔ مولانا نے سمجھا کہ شاید ان کو کشف ہوا ہو۔ میرے انتقال کا وقت قریب ہو۔ جلدی سے پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ملاقات کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ کوئی کام ہے جو رکا ہوا ہے وہ آپ سے لینا ہے جب تک وہ کام پورا نہیں ہو جائے گا آپ کا وقت نہیں آئیگا۔ آپ جائیے واپس۔ ہندوستان واپس آئے۔ بذل المجہود (کتاب کا نام ہے جو حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد کی عربی شرح ہے) کی تصنیف شروع کی۔ کئی سال اس میں لگے۔

مولانا احتشام صاحبؒ بیان کرتے تھے کہ صبح کی نماز پڑھ کر میری ملاقات مولانا محب الدینؒ سے ہوئی۔ انھوں نے پوچھا کیا مولانا خلیل احمد صاحب آگئے ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں آگئے ہیں۔ کہا ہاں آج بیت اللہ میں انوار عجیب عجیب ہیں۔ مولانا خلیل احمد سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ مولانا جب آپ آتے ہیں تو مجھے پہلے سے خبر ہو جایا کرتی تھی۔ کیا بات ہے کہ اس مرتبہ خبر نہیں ہوئی۔ انھوں نے جواب دیا (مولانا خلیل احمدؒ نے) میرا اچانک آنا ہوا۔ پہلے سے انتظام نہیں تھا۔

حرم شریف میں بھی ان کا خلوت خانہ تھا "دلائل الخیرات" پڑھ رہے تھے کہ اچانک مولانا ظفر احمد صاحب سے کہا (جو کہ پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے) مولوی ظفر احمد کون آیا ہے حرم شریف میں کہ سارا حرم نور سے بھر گیا۔ اس کے بعد مولانا خلیل احمدؒ پہونچے۔ تو ان سے ملاقات ہوئی۔ فرمایا (مولانا محب الدین نے) ہاں میں بھی سوچوں کہ کون آیا ہے سارا حرم نور سے بھر گیا ہے۔

مولانا خلیل احمد رح تو ملاقات کرکے صفا و مروہ کی سعی کرنے کے لیے چلے گئے، تو مولوی محب الدین نے فرمایا۔ مولوی ظفر جانتے ہو ان کو یہ کون ہیں۔ مولانا ظفر احمدؒ

نے فرمایا۔ ہاں کیوں نہیں جانتا۔ میرے استاذ ہیں شیخ ہیں۔ فرمایا (مولوی محب الدینؒ) تم نہیں جانتے۔ یہ ایسے شخص ہیں کہ جب یہ حرم شریف میں بیت اللہ کی طرف نظر جما کر بیٹھتے ہیں۔ تو ان پر اتنے انوارات برستے ہیں کہ میں آفتاب کو دیکھ سکتا ہوں مگر ان کے چہرے کو نہیں دیکھ سکتا۔

یہ بار بار وہاں جانا وہاں کے حقوق کی رعایت رکھنا اسی عشق الٰہی کی سوزش کا اثر ہے

ایک مرتبہ کسی نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ سے عرض کیا کہ آپ مستقل یہاں مکہ مکرمہ میں قیام کرنے کی نیت کر لیجیے۔ فرمایا ہمارا حوصلہ نہیں یہاں قیام کا۔ یہ مولانا محمد حسن صاحبؒ جیسوں کا حوصلہ ہے۔

مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

مولانا محمد حسنؒ حضرت گنگوہی رہ کے شاگرد تھے۔ مکہ مکرمہ میں کئی برس رہے مدرسہ صولتیہ میں اس حال میں کہ ان کو خبر نہیں تھی کہ یہ دیوار کس کے مکان کی ہے اور یہ دیوار کس کے مکان کی۔ حرم شریف میں چہرے پر نقاب ڈال کر آتے تھے۔

ایک مرتبہ مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے پاس آئے۔ جبکہ مولانا کھانا کھا رہے تھے۔ مولانا نے ان کی بھی تواضع کی کہ کھانے میں شرکت فرمادیں۔ تھوڑی دیر انھوں نے سوچا۔ اس کے بعد آکے بیٹھ گئے۔ اور کھانے میں شریک ہو گئے۔ مولانا نے پوچھا کیا سوچا تھا؟ مولانا محمد حسن رہ نے فرمایا۔ میں نے دیر سے (بہت دنوں سے) کھانا نہیں کھایا تھا اب سوچا یہ تھا کہ یہاں آنے میں اشراف نفس تو نہیں ہے۔ مولانا نے پوچھا کب سے نہیں کھایا۔ فرمایا اُنیس وقت سے یا اکیس وقت سے نہیں کھایا

پوچھا کیوں؟ فرمایا تھا ہی نہیں کچھ کیا کھاتے۔

تو مولانا خلیل احمد رہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے لوگوں کا حوصلہ ہے یہاں رہنے کا۔

تئیس یا اکیس وقت بغیر کھانا کھائے گذر جاتے ہیں۔ اور اپنے بے تکلف دوستوں کے یہاں جاتے ہیں۔ وہ دوست کسی ظاہرداری کے لیے کھانا کھانے کی تو اضع نہیں کرتے بلکہ واقعی دل سے کھانا کھانے کے لیے کہتے ہیں پھر بھی سوچتے ہیں اشراف تو نہیں تھا۔ یعنی یہ خیال تو نہیں تھا کہ وہاں چلنے پر کھانا ملے گا بلکہ قلب اس سے فارغ تھا۔ تو عشقِ الٰہی سینے میں ہو اور اللہ کے راستے میں جان دینے کے لیے ہر وقت تیار رہے۔

اکابرِ دیوبند کی جہاد میں شرکت

۱۸۵۷ء میں جہاد ہوا شاملی کا۔ اس میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح بھی شریک تھے، مولانا محمد قاسم نانوتوی رح بھی شریک تھے، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح بھی شریک تھے، حافظ ضامن رح بھی شریک تھے۔

حافظ ضامن رحمہ نے دیر سے ایک جوڑا کپڑوں کا بنوا کر تیار کر کے رکھوایا تھا اور جہاد کی تیاری کر رہے تھے۔ عین جہاد کے وقت غسل کیا۔ اور نئے کپڑے پہنے۔ عمامہ باندھا، آنکھوں میں سُرمہ لگایا، جوتا بھی نیا پہنا اور پھر تلوار لے کر میدان میں چلے وہیں شہید ہو گئے۔ چاہ ہی رہے تھے شہید ہونے کو۔

رسومِ شرکیہ سے بچتے ہوئے توحیدِ خالص پر اعتماد ہو

اس طرح کہ کسی بُت کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں، کسی درخت کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں۔ کسی مکان کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں۔ یہ صرف اللہ کے سامنے جھکتا ہے۔ کسی اور کے سامنے نہیں جھکتا۔ کارساز صرف اللہ کو سمجھتے ہیں۔ جو کچھ مانگتے ہیں صرف اللہ سے مانگتے ہیں۔ تلاش کرتے ہیں تو اللہ کی مدد طلب کرتے ہیں۔ بالکل توحیدِ خالص۔ معالج سمجھا تو اس کو معالج سمجھا۔ قادر سمجھا تو اسی کو، محی سمجھا تو اسی کو، مُمیت سمجھا تو اس کو، نافع سمجھا تو اس کو، ضار سمجھا تو اس کو،

غیر کے نفع اور ضرر کا خیال نکل گیا. آپ نے حضرت گنگوہیؒ کے خط میں پڑھا ہو گا
کہ "نافع اور ضار" اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں سمجھتا. قلب سے یہ خیال نکل گیا کہ کوئی
نفع بھی پہنچا سکتا ہے یا کوئی ضرر بھی پہنچا سکتا ہے.

رسوم شرکیہ تو دوسری بات ہے بدعات سے بھی مکمل احتراز کیا حتیٰ کہ قریب
بھی نہ گئے.

حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہما کا واقعہ

گنگوہ میں عرس ہوتا تھا. حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کا اسی خانقاہ میں جس
میں حضرت گنگوہیؒ رہتے تھے. لیکن عرس کے تین دن خانقاہ خالی کر دیتے تھے.
طالب علموں کو اور ذاکرین کو سب کو رخصت کر دیتے تھے. تین روز کے
لئے جاؤ بھئی. اور خود بھی گنگوہ سے باہر تشریف لے جاتے تھے. عرس ختم
ہو جاتا تو پھر واپس آجاتے تھے.

حضرت شیخ الہند رح کا معمول جمعرات کو چھٹا گھنٹہ پڑھانے کے بعد دیوبند سے
گنگوہ حضرت گنگوہی رح کی خدمت میں جانے کا تھا. ایک مرتبہ ان کے دوست نے
جو زمانہ طالب علمی سے دوست تھے اور بعد میں سرکاری ملازمت اختیار کر لی
تھی پوچھا کہ او محمود بتا تو دے گنگوہ میں کیا رکھا ہے جو تو ہر جمعرات کو دوڑا دوڑا
جاتا ہے. آپ نے جواب دیا کہ ظالم تو نے پی ہی نہیں اب کے تو بھی چل. وہ ساتھ
جانے پر تیار ہو گیا. چنانچہ ساتھ لے گئے. اتفاق سے ان دنوں میں شاہ عبد القدوس
گنگوہی رح کے مزار پر عرس بھر رہا تھا. حضرت امام ربانی کا معمول عرس کے ایام
میں ابتداءً تو یہ تھا کہ ان دنوں میں گنگوہ چھوڑ دیتے تھے. خانقاہ خالی کر دیا کرتے
تھے اور جب معذور ہو گئے تو سفر تو ترک فرما دیا. ہاں خانقاہ میں نہیں آتے تھے

البتہ نماز کے لئے پانچوں وقت تشریف لاتے. بلکہ نماز خود ہی پڑھایا کرتے تھے.
اتنا لحاظ عرس والے بھی کرتے تھے کہ اذان کے وقت سے جماعت ختم ہو جانے اور
سنتیں وغیرہ پڑھنے تک قوالی بند کر دیا کرتے تھے. اور ان ایام میں حضرت کے
یہاں مہمانوں کی آمد و رفت بالکل بند رہتی تھی. کسی سے مصافحہ تک نہیں کرتے تھے
غرض شیخ الہندرحمہ رات کے وقت گنگوہ پہنچے اور حضرت کے مکان پر حاضر ہوئے.
حضرت نے دیکھتے ہی ڈانٹنا شروع کر دیا اور فرمایا کہ ابھی واپس جاؤ. آپ
(شیخ الہندرحمہ) کے ایک اور دوست تھے شاہ مظہر حسین صاحب گنگوہی (مولانا
فخر الحسن صاحب گنگوہی محشی ابو داؤد کے بھائی) انھوں نے عرض کیا کہ حضرت
یہ عرس میں شرکت کرنے کے لئے نہیں آئے آپ کے پاس آئے ہیں. حضرت
نے ارشاد فرمایا کہ یہ میں بھی جانتا ہوں عرس میں شرکت کرنے کے لئے نہیں
آئے. اتنا بھولا میں بھی نہیں ہوں. میرے پاس آئے ہیں مگر آئے تو ہیں اس
مجمع میں کو ہو کر، ان کے ذریعہ اس مجمع کی رونق تو بڑھی" من کثر سواد
قوم فهو منهم" (جس نے کسی قوم کے افراد میں اضافہ کیا وہ انھیں میں سے ہے)
وارد ہوا ہے. قیامت کو اپنی برأت کرتے رہیں. اس کے بعد شاہ مظہر حسین صاحب
ان کو اپنے مکان پر لے گئے اور کہا روٹی تو کھالو. اس پر حضرت شیخ الہندرحمہ نے
آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ حضرت تو فرمادیں ابھی چلا جا. میں کس منہ سے کھاؤں.
چنانچہ اسی وقت گنگوہ سے واپس ہو گئے. پھر دوسرے وقت عرس ختم ہونے
کے بعد حاضر ہوئے.

اکابرِ دیوبند کے حُسنِ خاتمہ کے چند واقعات

اسی عشقِ الٰہی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کس انداز سے اپنے یہاں بُلاتے ہیں؟
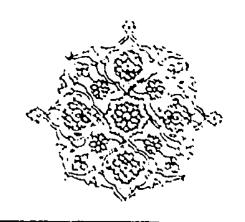
(۱) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا سعید گنگوہی تھے۔ دار العلوم دیوبند میں مدرس تھے۔ کئی روز سے بیمار تھے۔ ایک روز پوچھا "کیا عصر کی اذان ہوگئی؟" عرض کیا گیا کہ جی اذان ہوگئی۔ فرمایا مجھے وضو کراؤ۔ عرض کیا گیا کہ آپ وضو کرنے کے قابل نہیں۔ نہیں کر سکتے۔ فرمایا اچھا تو تیمم کراؤ۔ چنانچہ تیمم کرا دیا گیا۔ فرمایا لنگی بدلو۔ لنگی بدل دی گئی فرمایا مجھے بٹھاؤ اٹھا کر بٹھا دیا گیا تو انھوں نے نماز کی نیّت باندھ لی اسی حال میں انتقال ہوگیا۔

(۲) دہلی میں حضرت مولانا انعام الحسن ہیں تبلیغ کے امیر۔ ان کے والد سہارنپور میں رہتے تھے۔ ایک دن دوپہر کو سو کر اٹھے۔ ظہر کے وقت وضو کیا۔ ان کا معمول تھا کہ ہمیشہ امام کے پیچھے بالکل سیدھ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ صف میں آئے اور آکر سُنّت کی نیّت باندھ لی۔ رکوع کیا۔ سجدے میں گئے۔ سجدے سے سر اٹھایا اور دوسرے سجدے کے لئے ارادہ کر رہے تھے کہ بے اختیار سر رکھا گیا زمین پر وہیں انتقال ہوگیا۔

(۳) شیخ رشید احمد صاحب دار العلوم کی شوریٰ کے رُکن تھے۔ ایک مخصوص ڈاکٹر کو کہا کہ میرا علاج بس آپ کریں گے۔ امید ہے کہ آپ مجھے مشکوک شبہ والی دوا نہیں دیں گے۔ اخیر شب میں ان کو دَورہ پڑا۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کرنا چاہا۔ انھوں نے کہا کہ ذرا ٹھہر جایئے میں تہجد کی نفلیں پڑھ لوں۔ اس کے

بعد معائنہ کرنا. لیٹے ہوئے تھے اُٹھ نہیں سکتے تھے وضو نہیں کرسکتے تھے. لیٹے لیٹے انھوں نے تیمم کیا. نماز شروع کردی اور نماز ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

(۴) حضرت شیخ الہند رہ کے شاگرد مولوی حکیم رحیم اللہ صاحب تھے. جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آئے. نماز پڑھی. سلام دائیں طرف پھیرا. بائیں طرف سلام پھیرا وہیں انتقال ہوگیا۔

(۵) حکیم جمیل الدین صاحب بھی دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رُکن تھے اور حکیم اجمل خاں کے استاد تھے. حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رہ کے شاگرد تھے. تہجد کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کررہے تھے. اسی حال میں ان کا انتقال ہوگیا۔

(۶) دیوبند میں قاری محمود صاحب تھے قرأت کے اُستاد. ان کا معمول تھا کہ تہجد پڑھتے تھے اور جب صبح صادق ہوجاتی اس وقت اپنی بیوی کو جگاتے تھے. ایک روز بیوی کو نہیں جگایا. صبح صادق ہوگئی. خوب روشنی پھیل گئی بیوی کی آنکھ کھلی. گھبرا کر اُٹھی کہ کیا معاملہ ہے؟ آج جگایا نہیں. کہیں مدرسہ چلے گئے کیا؟ چل کر دیکھا ان کے کمرے میں. مصلّے پر سجدے میں ہیں. جب بہت دیر ہوگئی اور انھوں نے سجدے سے سر نہیں اُٹھایا تو پاس آکر قریب آکر پوچھا کہ کیا آنکھ لگ گئی. وہاں سے کوئی جواب نہیں ملا. ان کا تو اسی سجدے کی حالت میں انتقال ہوچکا تھا اور اسی ہیئت پر رہے تب ان کو اٹھایا گیا۔

ان حضرات کا حال تو یہ ہے کہ عبادات پر ان کا خاتمہ ہورہا ہے. اللہ تعالیٰ عبادت کی حالت میں سجدے کی حالت میں ان کو اپنے پاس بلا رہے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر مخلوق کی محبت پر غالب ہو

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ سے دریافت کریں اور کہیں کہ مانگو کیا مانگتے ہو تو آپ کیا مانگیں گے؟

حضرت نے فرمایا کچھ نہیں صرف یہ درخواست کروں گا کہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تھی اس کا کوئی حصہ مجھے مل جائے۔ بس صرف یہ طلب کروں گا۔

حضرت گنگوہیؒ کے چند واقعات

ایک صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکثرت زیارت کیا کرتے تھے ایک مرتبہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کیسے آدمی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایسے آدمی ہیں کہ ایک طرف ان کے مولانا خلیل احمدؒ ہوں گے ایک طرف مولانا یحییٰؒ ہوں گے۔ ایک جماعت علماء کی ان کے پیچھے ہو گی۔ ایک جم غفیر مسلمانوں کا ان کے ساتھ ہو گا۔ ان سب کو لے کر جنت میں داخل ہوں گے۔

ایک صاحب گنگوہ میں حضرت گنگوہیؒ کی مجلس میں بہت روتے تھے ویسے بھی کثرت سے روتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اتنا کیوں روتے ہو؟ پریشان کیوں ہو؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت! دوزخ سے ڈر لگتا ہے وہ آگ کیسے برداشت ہو گی؟ فرمایا نہیں نہیں! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تیرے آدمیوں کو دوزخ میں نہیں بھیجا جائے گا۔

ارواح ثلاثہ کے راوی امیر شاہ خاں صاحب نے ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رح سے بیان کیا کہ وہاں حجاز میں ایک مرتبہ مسجد میں بیٹھا تھا وہاں ایک بزرگ تھے انکے پاس کچھ لوگ تھے ایک شخص آیا انھوں نے اس کو فرمایا، میاں تمہارے سینے میں ایک صورت ہے۔ انھوں نے شرم کے مارے آنکھیں نیچی کرلیں۔ بزرگ نے سارا حلیہ بتادیا کہ ایسی ناک ہے ایسی آنکھ ہے ایسی پیشانی ہے سارا حلیہ بتادیا۔ اس نے کہا کہ جی مجھے جوانی میں ایک عورت سے عشق ہوگیا تھا جس کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔ اب بھی آنکھیں بند کرکے تصور کرلیتا ہوں تو کچھ سکون مل جاتا ہے۔

حضرت گنگوہی رحہ نے اس پر کچھ نہیں فرمایا۔ پھر حاضر ہوئے۔ امیر شاہ خانصاحب نے کچھ روز کے بعد اس قصے کو پھر سُنایا۔ حضرت نے کچھ نہیں فرمایا۔ پھر حاضر ہوئے کچھ روز بعد امیر شاہ خاں صاحب نے اور یہی قصہ سُنایا۔ تو حضرت گنگوہی رح نے فرمایا۔ میاں امیر شاہ خاں صاحب تمہارا حافظہ کچھ کمزور ہوگیا ہے کیا؟ انھوں نے عرض کیا کیوں حضرت؟ حضرت گنگوہی رحہ نے فرمایا اس قصے کو تم کئی مرتبہ سُنا چکے ہو۔ امیر شاہ خاں صاحب نے عرض کیا۔ حضرت بالکل ایسی بات نہیں۔ میرا حافظہ کمزور نہیں ہوا۔ پہلی مرتبہ سُنایا تھا تو فلاں دن فلاں تاریخ تھی اور مجلس میں فلاں فلاں شخص موجود تھے، وہ وہاں بیٹھا تھا اور یہ یہاں بیٹھا تھا، دوسری مرتبہ فلاں تاریخ تھی فلاں دن تھا فلاں فلاں آدمی مجلس میں تھے۔ بار بار عرض کرنے سے میرا مقصود یہ ہے کہ اس سلسلہ میں آپ سے کچھ سُننا چاہتا ہوں۔

حضرت گنگوہی رحہ نے فرمایا یہ کچھ بڑی بات نہیں۔ اس بیچارے کو تصور کرنے کے لئے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔ اور میرا اتنے سال تک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ تعلق رہا کہ معمولی نشست و برخاست بھی بغیر ان کی اجازت کے نہیں ہوا، درانحالیکہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔

اور میں جہاں تھا وہیں تھا۔ اور پھر اس کے بعد اتنے سال تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تعلق رہا کہ معمولی نقل وحرکات، نشست وبرخاست بھی بغیر ان کے مشورہ کے نہیں ہوتی۔ پھر خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ آگے بھی کچھ دن، پھر خاموش ہو گئے۔ بتایا نہیں کہ آگے کیا؟ پھر دوسرے وقت کسی نے پوچھا اس کے آگے کیا، تو حضرت نے فرمایا کہ "پھر وہ عنایت احسان رہا۔

ہمارے مہربانوں نے جہاں اعتراضات کی بوچھاڑ کی ان میں اس قصے کو بھی نقل کیا اور کہا " یہ جو کہتے ہیں کہ آگے بھی کچھ دن۔ آگے یہ کہہ رہے کہ اللہ میاں کا چہرہ بھی نظر آیا مجھے۔ یہ حال ہے ان دیوبندیوں کا۔ تعجب ہے کہیں اپنی زبان سے اور اعتراض کریں دیوبندیوں پر۔

سائل :۔ اس تصور میں جو صورت قلب میں آتی ہے تو وہ اور اگر بالا رادہ جمالیا تو نماز کا کیا ہوگا؟

حضرت مفتی صاحب :۔ اگر صورت کو قلب میں اس طرح جمالیا کہ کسی دوسری چیز کی گنجائش نہ رہی، حتیٰ کہ توحید سے بھی قطع نظر ہوا۔ جب نماز پڑھے گا کہے گا ایاک نعبد وایاک نستعین۔ تو کس کو پکارے گا؟ پس اس کو شرک کہا گیا ورنہ محض خیال آنے سے تصور آنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ بلکہ درود پڑھے گا تو تصور تو ضرور آئے گا ٹھیک ہے۔

سائل :۔ اس استفسار کی (جو حضرت گنگوہیؒ وغیرہ کرتے تھے) کیا کیفیت ہوتی تھی؟

حضرت :۔ یہ تو بھائی وہ آدمی بتلائے گا جو اس لائن کا ہوگا۔

سائل :۔ جن مسائل میں اختلاف تھا کیا ان کو بھی پوچھا۔

حضرت :۔ جی ہاں۔ جن مسائل میں اختلاف تھا میلاد، قیام، نیاز، فاتحہ

وغیرہ ان کو بھی۔ دیوبند کے مہتمم مولانا محمد احمد صاحب (مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے والد) نے خواب میں دیکھا کہ مکہ معظمہ میں حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے پاس ہیں، حضرت حاجی امداد اللہ فرما رہے ہیں کہ بھئی جب فقہاء کی کتابوں میں گنجائش معلوم ہوتی ہے تو تم لوگ اتنا تشدد کیوں کرتے ہو۔ میلاد، قیام، نیاز کے بارے میں۔ انھوں نے کہا حضرت گنجائش نہیں ہے۔ اگر گنجائش ہوتی تو ہم تشدد نہ کرتے۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا بھئی ہے گنجائش۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت گنجائش نہیں ہے۔

حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اچھا اگر ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوا دیا تو۔ مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ نے عرض کیا پھر ہمیں کیا ضرورت ہے انکار کرنے کی۔ ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے ہی کہہ رہے ہیں جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بھئی یہ لڑکا (حافظ محمد احمد) ٹھیک کہتا ہے۔ یہ حاجی صاحب سے کہا۔ حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے فرمایا بجا و درست۔ سیدھے کھڑے ہوئے اور جھکتے جھکتے زمین تک پہونچ گئے۔ پھر سر اٹھایا۔ سات مرتبہ اسی طرح سے کہا بجا و درست۔ بجا و درست۔ جیسے کسی زمانہ میں بادشاہوں کے سامنے مُجریٰ بجا لانے کا دستور تھا۔ اسی طریقہ پر کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی یہ مولانا احمد صاحب ایک گوشے میں کھڑے ہو گئے۔ ہاتھ باندھ کر ادب کی وجہ سے۔ حضرت حاجی صاحبؒ فارغ ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا اجازت ہے۔ اب ہم جائیں۔ حاجی صاحب نے کہا جیسی رائے ہو حضرت کی۔ تو واپس ہوئے مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے قریب ہی کو واپسی ہوئی۔ انھوں نے ذرا ہمت کی۔ کہا حضرت ہم نے جو حدیثوں میں پڑھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ وہ تو

دوسرا ہے۔ یہ جو اس وقت حلیہ ہے آپ کا یہ تو مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ہے یہ کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا اصلی حلیہ تو وہی ہے جو تم نے حدیثوں میں پڑھا ہے۔ اور چونکہ تم کو حضرت گنگوہی سے زیادہ محبت و عقیدت ہے اس لیے ہم ان کی صورت میں آئے ہیں۔ پھر ہندوستان سے اس خواب کو لکھ کر حافظ صاحب نے حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس مکہ مکرمہ (ان کا وہیں پر قیام تھا) بھیجا۔ حضرت حاجی صاحب بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اس خواب کو لکھ کر میری قبر میں ایک طاق بنا کر رکھ دینا۔

ضمنی سوال:۔ حضرت زیارت کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

جواب:۔ ایک طالب علم نے ایک مرتبہ جو دورہ شروع کیا تھا آکر مجھ سے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروں۔ میں نے کہا ٹھہر جاؤ ذرا، جلدی مت کرو۔ کہا نہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروں۔ اس کو کچھ پڑھنے کے لیے بتا دیا اور وہ چلا گیا۔ پھر وہ ایک دو روز کے بعد آیا۔ نہایت پریشان حال، آنکھوں سے آنسو جاری اور بدن کانپ رہا تھا۔ فجر کی نماز میں میرے قریب کھڑا ہوا۔ اس کے بعد میرے پاس آیا۔ بتلایا کہ میں نے زیارت کی۔ بس زیارت کیا کی ایک پرچہ دیکھا جس پر لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک۔ کہا کہ وہاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آیا بالکل مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ابھی میری روح نکل جائے گی زیارت نہیں کی، نام مبارک کی زیارت کی۔ بس میں نے کہا کہ بیوقوف پہلے بتا دیا تھا ٹھہر جاؤ ذرا نہیں مانا۔ خیر کچھ روز کے بعد آہستہ آہستہ پھر اس کو زیارت ہونا شروع ہو گئی تھی۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ کا آپریشن کرایا علی گڑھ میں۔

میں گیا عیادت کے لیے۔ میں نے پوچھا کیا حال ہے۔ کہا کہ نیند نہیں آئی۔ ایک شعر پڑھا۔

نیند بھی فرقت میں کھا بیٹھی ہے آنے کی قسم
خواب میں بھی دیکھنے کا آسرا جاتا رہا

غرض۔ جو لوگ اس لائن کے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر اپنا کرم فرماتے ہیں ان کو بکثرت زیارت ہوتی ہے روزانہ زیارت ہوتی ہے۔ صاحب حضوری ہیں آج کل بھی موجود ہیں وہ ہمیں بھی بتا دیتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان کی بات کو غلط کہہ دیں۔

سائل:۔ اب یہ بھی بتا دیں کہ وہ استفسار کی کیفیت منامی ہوتی تھی یا بیداری میں؟

حضرت مفتی صاحب:۔ مجھے کیا معلوم، میں کیا جانوں اس کو۔

سائل:۔ گفتمش تند مرو سوئے غریباں بنگر تند گردید بمن کرد نگاہے عجبے

حضرت مفتی صاحب:۔ ؎

نو بنا زے عجبے من بہ نیازے عجبے بہر قتلم چوں کشد تیغ نہم سر بسجود
چشم بد دور کہ ہستم بہ نیازے عجبے

سائل:۔ حضرت! یہ جو آپ اپنا دامن بچا لیتے ہیں یہ ٹھیک نہیں یہ تو ایسا ہی ہے کہ ؎

بتاراج دلم مائل من مائل باو تو بہ فکرے عجبے من بہ خیالے عجبے

حضرت:۔ خیالے عجبے ٹھیک ہے۔ آپ خیالات کی دنیا میں آباد ہیں۔ میں وہاں سے نکلنا چاہتا ہوں۔ واقعات کی دنیا میں آنا چاہتا ہوں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے واقعات

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا ارادہ تھا مدینہ طیبہ جانے کا ہندوستان سے۔ ایک صاحب نے ان کے جانے سے پہلے خواب دیکھا۔ وہاں مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتظار فرما رہے ہیں شیخ کا۔ اور ایک مجمع ہے۔ اس مجمع میں سے کوئی ایسا نہیں جو پہلے سے دیکھا ہوا ہو۔ کون لوگ ہیں یہ معلوم نہیں۔ سامان جانا شروع ہوا حضرت شیخ رہ گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اس کو اِدھر رکھو اُس کو اُدھر رکھو۔ پھر حضرت شیخ گئے معانقہ فرمایا اور فرمایا۔ اوہو مولوی زکریا بہت ضعیف ہو گئے۔ فرمایا اچھا فلاں دوا لاؤ۔ وہ دوا اپنے دستِ مبارک سے کھلا دی۔ دوا کا نام یاد نہیں۔ اب وہاں سے خط آتا ہے ہندوستان تعبیر کے واسطے۔ فرمایا فال بنام من دیوانہ زدند کہ دوا کا نام یاد نہیں اب کیا کریں۔

میں نے کہا کوئی ضرورت نہیں دوا کا نام یاد رکھنے کی۔ یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ فلاں دوا ان کو کھلاؤ یا یہ کہ فلاں دوا کھاؤ بلکہ منگا کر خود کھلا دی۔ نام یاد نہیں نہ سہی۔ کیا حرج ہے۔ یہ تاکید تو نہیں فرمائی کہ فلاں دوا کھلاؤ۔ اگر ذمہ داری سر ڈالی جاتی کہ فلاں دوا کھاؤ تب تو نام یاد رکھنے کی ضرورت تھی وہ تو کھلا دی ضعف کی دوا۔ وہاں کی حاضری۔ سینے سے لگانا بس۔ ادھر شیخ کا یہ حال۔ تقاضا بہت کہ روضۂ اقدس پر حاضری دیں۔ مگر حج کا زمانہ قریب ہر جگہ جماعتیں ہو رہی تھیں۔ جس جگہ پر قیام تھا۔ مدرسہ شرعیہ میں وہاں تک جماعتیں ہوتی تھیں۔ ادھر طبیعت پر تقاضا حاضری کا روضۂ اقدس پر

فرمایا اچھا مجھے کوٹھے پر لے چلو۔ تو اوپر کی منزل پر لے جا کر وہاں سے روضۂ اقدس کا گنبد خضریٰ نظر آرہا تھا وہاں سے صلوٰۃ وسلام پڑھا۔

ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور پاس میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ہیں اور ذرا ہٹ کر شیخ (مولانا زکریا صاحبؒ) بیٹھے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد رحمہ عرض کر رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ "حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میاں زکریا کو آپ کی خدمت میں حاضری کا بڑا شوق ہے۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ کچھ اور کام لیا جاتا ان سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں شوق تو ان کو بہت ہے۔ میں بھی چاہتا تھا کہ کچھ اور کام لے لیا جاتا۔ ان کی طبیعت میں جو تقاضا تھا کہ کسی طرح سے جلدی موت آجائے، جلدی موت آجائے، پہنچ جاؤں جلدی حضرت کی خدمت میں۔ اب وہ تقاضا ختم ہو گیا۔ یہی سوچتے تھے کہ میں کس کام کا دنیا میں کیا کام کر سکتا ہوں۔ بے کار پڑا ہوں۔ تو بس اس وقت سے اطمینان ہو گیا کہ کام لینے والے تو وہ ہیں۔ مجھے تھوڑا ہی کہا تم کام کرو۔ کام لیں گے وہ لیں گے میرے ذمہ تھوڑا ہی۔

ایک صاحب نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ پاس ایک صندوق رکھا ہے۔ اس میں عمدہ کپڑے رکھے ہوئے ہیں۔ اس میں جُبّہ بھی ہے عمامہ بھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں میں نے زکریا کے لئے رکھ رکھا ہے۔

ایک صاحب نے دیکھا کہ روضۂ اقدس کی جالی سے ایک تھالی نکلی پانوں کی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مولوی زکریا کے مہمانوں کے لئے پان ہیں۔ اس نے آکر بیان کیا۔ وہاں جتنے پان رکھے تھے حضرت شیخ کے پاس۔

سب منگوا کر مہمانوں کو تقسیم کر دیئے. کھلوا دیئے کہ بھئی وہاں کے ہیں یہ. جیسے ایک صاحب ہندوستان سے پہنچے پان لے کر بہت سارے پہونچا دیئے انھوں نے.

جب میں رخصت ہونے لگا مدینہ طیبہ سے. شیخ سے ملاقات کی. شیخ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں وداعی سلام کے لئے روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور میرا انتقال ہوگیا. روح نکل گئی. میں نے اپنے ان دوستوں سے لڑکوں سے نہیں کہا ہے یہ خواب کہ ابھی سے رونا شروع کر دیں گے.

میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ وہ انتقال تھوڑا ہی ہے. یہ تو آفتاب نبوت کے سامنے چراغ کا اضمحلال ہے بس.

حضرت شیخ الحدیث تشریف لے گئے لندن. لندن سے واپسی پر فرمانے لگے مجھ سے مفتی جی کیا فائدہ ہوا وہاں جاکر. تم بتاؤ. میں نے کہا بتاؤں. میں نے ذرا قوت سے کہا بجائے ادب کے دوبارہ میں نے کہا کہ بتاؤں، کہا کہ ہاں پوچھ تو رہا ہوں. میں نے کہا مجھ سے کیوں پوچھتے ہو. پوچھئے ان سے جنھوں نے آپ کو بھیجا ہے کیا فائدہ ہوا. بس حضرت کی آنکھوں میں آنسو آگئے. فرمایا ہاں بھئی بات تو یہی ہے. کئی مرتبہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا. یہ بھی فرمایا کہ جاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں. خیر پھر شیخ نے یہ کہا کہ بھائی کلکتہ والے بہت عرصہ سے بلا رہے ہیں. میں اپنی بیماری اور کمزوری کا عذر کر دیتا ہوں. وہ کہتے ہیں کہ مکہ مدینہ بھی تو جاتے ہیں. میں نے کہا کہ بھئی تم مکہ مدینہ پر کیا قیاس کرتے ہو اپنے کلکتہ کو. لیکن اب تو لندن بھی ہو آئے. اب کیا جواب دوں گا. تو پھر میں نے عرض کیا کہ اس کا جواب میں نے دیا ہے. فرمایا کیا. میں نے کہا ؎

ضعف پیری کثرت امراض گردش مضمحل — لیک بہر محنت دیں ہمتے دارد جوان

مکہ طیبہ پاک افریقہ رسیدہ فیض او — ساخت مرکز زامبیا رنگوں لندن انڈیاں

کرد اوقات عزیزش بر اشارت منقسم
گاہ او در طیبہ آید گاہ در ہندوستاں

بے اجازت نقل و حرکت وصل و ہجرت ہیچ نیست
شد فنا قصدش بقصد سید پیغمبراں

خانقاہ و مدرسہ قائم نمودہ جابجا
تربیت کردہ فرستہ کاروان در کاراں

ترجمہ اشعار۔ ضعف پیری، کثرت امراض نے ان کو مضمحل بنا دیا لیکن دین کی محنت کیلئے ہمت جوان رکھتے ہیں. مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ (زادہما اللہ شرفاً وکرامۃً) پاکستان، افریقہ ان کا فیض پہنچ چکا ہے۔ زامبیا، رنگون، لندن، انڈمان میں مرکز قائم فرماتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے اشارہ کے مطابق اپنے اوقات عزیز کو تقسیم فرمایا ہے۔ کبھی مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے ہیں کبھی ہندوستان، بے اجازت نقل و حرکت، وصل و ہجرت کچھ نہیں۔ ان کا مقصد سید پیغمبراں ﷺ کے مقصد میں فنا ہو چکا ہے۔ جابجا خانقاہ و مدرسے قائم فرماتے ہیں (علماء و مشائخ کی) تربیت فرما کر قافلے کے قافلے (ان مدارس و خانقاہوں میں) بھیجتے ہیں۔

اس پر شیخ نے فرمایا۔ کبھی میں نہ بغیر اجازت آیا اور نہ بغیر اجازت گیا۔ مدینہ طیبہ پہونچا تو اجازت سے۔ وہاں سے یہاں آیا تو اجازت سے۔

ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ تین قبریں ہیں۔ وہیں لندن میں۔ ایک حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی اور ایک حضرت گنگوہیؒ کی اور ایک حضرت مولانا سہارنپوریؒ کی۔ اور تینوں قبروں میں سے مکھیاں نکل رہی ہیں شہد کی۔ نکل کر وہ اُڑ کر جا رہی ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے یہ فیض ہے جو نکل کر جا رہا ہے تینوں بزرگوں کا۔ ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ چار خیمے ہیں۔ ایک خیمے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں ایک میں حضرت داؤد علیہ السلام ہیں اور ایک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہ چاروں کے چاروں اپنے اپنے خیموں میں سے آئے۔ اور ایک جگہ بیٹھے۔ بیٹھ کر کچھ گفتگو فرمائی مگر ہمیں کوئی لفظ سننے میں نہیں آیا۔ اس کے بعد پھر اپنے خیموں میں چلے گئے۔ میں نے کہا ہاں۔ اہل کتاب میں سے سب انھیں حضرات کے نام لینے والے ہیں

اور بات یہی ہے کہ وہ تینوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاون اور مددگار ہیں۔ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ ہماری اُمّت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر کام کرے اسی زمانہ میں امریکہ سے انگریز پادری کا ایک مضمون شائع ہوا تھا کہ یورپ کو اسلام کا زبردست خطرہ ہے۔ یورپ کے دروازہ پر آ پہنچا ہے اسلام۔ اور وہ کسی تلوار کے زور سے نہیں آیا۔ اس راستے سے آیا۔

حضرت تھانوی رحؒ کا واقعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بغرضِ علاج سہارنپور تشریف لائے۔ حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا رح) نے تلبینہ (ایک قسم کا حریرہ جو آٹے، شہد، گھی وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے۔ دودھ کے مثل سفید اور پتلا ہوتا ہے) تیار کرا کے حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ ساتھ میں ایک پرچہ بھی رکھا جس میں لکھا۔ حضرت کے معالج (طبیب) کو اس کھانے کے اجزاءِ ترکیبیہ وغیرہ بتا کر تحقیق کر لیا ہے کہ یہ کھانا نہ حضرت کے مزاج کے خلاف ہے نہ طبع کے نہ مرض کے نہ دوا کے مقوی اور مفرحِ قلب ہے اور فلاں حدیث میں اس کی ترغیب بھی ہے۔ لہٰذا حضرت کی خدمت میں پیش ہے نوش فرمالیں۔ مادی نفع اور عدمِ مضرت دونوں چیزیں بتلادیں اور جتنی دین کی بات تھی کہ حدیث شریف میں ترغیب آئی ہے وہ بھی ظاہر کر دی۔ اس واسطے نہیں بتائی کہ حضرت تھانوی رح کو اس کا علم نہ تھا۔ وہ تو علم کے بحرِ ذخار تھے حضرت تھانوی رح نے اس کو لے لیا پرچہ پڑھا اور جواب لکھا:۔

مجبی و محبوبی! آپ نے جوشِ محبت میں اصول کی رعایت نہیں کی پہلے ہی حدیث

سُنا دی۔ اب مجھے اندیشہ ہے کہ اگر کھانے میں یہ مجھ کو مزیدار معلوم نہ ہوا پسند نہ آیا تو جس چیز کی ترغیب حدیث شریف میں آئی ہے اس سے بدمزگی اور ناپسندیدگی لازم آئے گی۔ اگر پہلے مجھے پیش کرتے پھر میرے پسند کرنے پر حدیث سُناتے تو زیادہ راحت ملتی۔ لہٰذا آپ کا تحفہ جواب کے انتظار میں رکھا ہے جیسا جواب آئے۔ (احادیث اور روایات کی یہ حضرات اس قدر رعایت رکھنے والے تھے کہ لذیذ وغیر لذیذ ہونا حالانکہ شرعی چیز نہیں۔ مگر پھر بھی جس چیز کی حدیث میں ترغیب وارد ہوئی ہے اور طبعی طور پر وہ لذیذ معلوم نہ ہو یہ ان کو برداشت نہ تھا۔ ان سے بڑھ کر حدیث وسُنّت کی قدر کرنے والا کون ہوگا۔ پھر یہ بھی نہیں کیا کہ اس کو واپس کردیتے کہ دل شکنی کا باعث ہوگا۔ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے اس کی بھی رعایت کی)

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رح نے جواب لکھا کہ حضرت اول تو لذیذ وغیر لذیذ ہونا زیادہ تر پکانے والے کی مہارت پر موقوف ہے۔ جو ماہر ہوتا ہے وہ معمولی چیز کو بھی لذیذ پکا دیتا ہے۔ اور جو اناڑی ہوتا ہے وہ عمدہ چیز کو بھی خراب کردیتا ہے پس اگر یہ لذیذ معلوم نہ ہوا تو توجیہ ہوگی کہ جس چیز کی ترغیب حدیث میں آئی ہے وہ ان پکانے والوں کے قابو میں نہیں آئی۔ یہ اچھی طرح نہیں پکا سکتے۔ دوسرے یہ کہ حدیث میں اس کو نافع و مفید کہا گیا۔ دوائے تلخ مفید ہوتی ہے مگر لذیذ نہیں ہوتی پس لذیذ نہ ہونا حدیث کے خلاف نہیں۔

تیسرے یہ کہ بعض روایات میں ہے وبجرہ المریض۔ مریض کو اچھی نہیں لگتی ناگوار گذرتی ہے۔ اگر لذیذ معلوم نہ ہوئی تو اس سے حدیث کی مزید تقویت ہوگی تائید ہوگی نہ کہ مخالفت اس لئے اس کو نوش فرمالیں۔ حضرت تھانوی رح نے اس کو نوش فرمایا اور کچھ نہ فرمایا کہ لذیذ معلوم ہوئی یا نہیں؟

حضرت حاجی صاحب کی بیعت کا واقعہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نور اللہ مرقدہٗ نے خواب میں دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربارِ عالی لگا ہوا ہے مگر مجھے وہاں جانے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے میرے ماموں بھی وہاں پر موجود تھے۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک بوڑھے نحیف شخص کے ہاتھ میں دیدیا پھر آنکھ کھل گئی۔

ان بزرگ کی تلاش میں متعدد مقامات کے سفر کیے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ سخت حیرانی ہوئی۔ کچھ روز بعد انھوں نے اپنے اُستاد مولانا قلندر علی صاحب جلال آبادی سے یہ خواب بیان کیا۔ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ ذرا لوہاری (ایک گاؤں کا نام) تو جاؤ۔ یہاں میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ موجود تھے۔ دیکھا تو وہی بوڑھے نحیف شخص ہیں جو خواب میں دیکھے تھے۔ فوراً قدموں پر گر پڑے۔ میانجی صاحب نے سینہ سے چمٹا لیا اور ارشاد فرمایا کہ تمھیں اپنے خواب پر بہت اعتماد ہے۔ حضرت حاجی صاحب اسی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے شیخ کی سب سے پہلی کرامت تھی جو میرے دیکھنے میں آئی کہ بغیر ذکر کیے خواب کا علم ہو گیا۔

حدیث کی تشریح

سائل: حدیث من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی وہ بیداری میں ضرور دیکھے گا۔ کیا ایسا ہے۔ کیا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ملفوظات فقیہ الامت میں آپ کی اور حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو بھی اس سلسلے میں ہے۔

ارشاد :- یہ حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں ہے کہ اگر کسی شخص نے مجھ کو دور سے خواب میں دیکھ لیا تو وہ انشاء اللہ میرے پاس پہنچ کر رہے گا میری زیارت ضرور کرے گا۔ پھر ایک تو ہے یقظہ (بیداری) میں زیارت کرنا ایک ہے خواب کے نتیجے میں ضرور زیارت کرنا، دونوں میں فرق ہے جو شیخ نے فرمایا اور میں نے عرض کیا وہ تو یہ ہے کہ ایک شخص خواب میں زیارت کرتا ہے ایک شخص بیداری میں زیارت کرتا ہے کون اس میں قوی ہے۔ میں نے کہا خواب والا قوی ہے۔ کیونکہ خواب کی تو ضمانت لی گئی ہے۔

من رأنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطن لا یتمثل بی۔ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے تحقیق اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری تمثیل نہیں بنا سکتا،، بیداری کی حالت میں ضمانت نہیں لی گئی۔

حضرت شیخ نے دریافت فرمایا کہ کیا شیطان کو بیداری میں قدرت ہے صورت بنانے کی۔ میں نے کہا نہیں اس کو تو قدرت نہیں نہ خواب میں نہ بیداری میں البتہ قوتِ متخیلہ صورت گھڑ سکتی ہے۔

سائل :- کیا یہ قضیہ شرطیہ ہے کہ من رانی یہ شرط ہے فسیرانی مشروط ہے

مفتی صاحب :- اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ مستقل چیز ہے۔ میں اس کو کہہ رہا ہوں من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ کہ یہ اس وقت کے لیے ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیاتِ ظاہری میں تھے۔ کہ جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا وہ انشاء اللہ مجھ تک پہنچ کر رہے گا۔

سائل :- حافظ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کو دن میں رویت ہوئی تھی کہ افطاری میرے ساتھ کرلینا۔

حضرت مفتی صاحب :- وہ تو خواب کی بات ہے اس کی تصریح ہے۔

سائل:۔ فتح الباری میں عبداللہ بن عباس رضؓ کے خواب کا تذکرہ ہے اور یہ کر انھوں نے ازواج مطہراتؓ میں سے حضرت ام سلمہ رضؓ کے پاس خواب بیان کیا اور آئینہ انھوں نے دیکھا تو اس میں اپنی صورت کے بدلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت نظر آئی۔

حضرت مفتی صاحب:۔ ٹھیک ہے خواب میں صورت نظر آ سکتی ہے اور صورت بدل کر بھی نظر آ سکتی ہے۔ اور یہ ہو سکتا ہے آئینہ میں دیکھا ہو کوئی بعید نہیں۔

حضرت مدنی رح کا واقعہ

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح مسجد نبوی میں درس حدیث دے رہے تھے مسئلہ آگیا حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ حضرت نے اس کو ثابت کیا۔ طلبہ نے اس پر اشکال کیا۔ حضرت نے جواب دیا۔ پھر اشکال کیا پھر جواب دیا۔ پھر اشکال کیا حضرت نے یکدم گردن موڑ کر اس طرح سے دیکھا (روضہ اقدس کی طرف) طلباء نے دیکھا کیا بات ہوئی۔ اس طرح سے اچانک مڑ کر دیکھا۔ دیکھا تو روضۂ اقدس وہاں موجود نہیں عمارت غائب ہے۔ کھلی جگہ ہے صاف اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اس کے بعد پھر کتاب کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ بھی اور طلبہ بھی۔ پھر روضۂ اقدس کی طرف دیکھا تو وہ اسی طرح موجود تھا۔ اس قسم کی چیزیں ہوئی ہیں۔ اب بھی ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر کرم فرما وے۔ لیکن من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظۃ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ان طلبہ نے خواب میں زیارت کی ہو۔ اس کی وجہ سے ان کو بیداری میں زیارت ہوئی ہو۔ بہت لوگ ایسے ہیں جو خواب میں زیارت کرتے ہیں بعضے روزانہ زیارت کرتے ہیں خواب میں، لیکن کبھی یقظۃً زیارت کی نوبت نہیں آئی انھیں

سائل :۔ ابن عربی نے وقد استشکل هذا الحدیث علی العلماء لکھا ہے۔
مفتی صاحب :۔ اشکال کیا؟ کس چیز پر ہے ان کو؟
سائل :۔ کیفیت پر۔
مفتی صاحب :۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس کی کیفیت یہ ہے کہ بیداری کی حالت میں ایمان لانے سے پہلے جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ اُسے حق تعالیٰ نے توفیق دی کہ وہ بیدار ہو کر ایمان لایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اس میں کیا اشکال ہے؟
سائل :۔ گویا اس میں تخصیص نہیں تعمیم ہے آج بھی ہو سکتا ہے؟
مفتی صاحب :۔ آج بھی ہو سکتا ہے۔ مگر "سکتا ہے" ضروری نہیں۔ بخلاف شرط و جزا کے کہ وہاں پر شرط پر جزاء کا ترتّب یقینی ہے۔ وہ حیات طیبہ کی بات تھی۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ بیداری کی حالت میں دیکھنا زیادہ قوی ہے کیونکہ اس کو مناسبت اتنی ہو گئی ہے کہ حجابات اس سے اٹھا دیئے گئے ہیں۔
سائل :۔ ارواحِ ثلثہ میں حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا تردّد ذُرّیت کے بارے میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عیاناً جلوہ گر ہونا اور فرمانا کہ جیسے میری اولاد اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ کوئی آدمی سوال لے کر آیا۔
مفتی صاحب :۔ شاہ صاحب کے وعظ میں تشریف لانا استفادہ کی غرض سے نہیں تھا۔ جیسے کہ میں اور آپ استفادہ کے لئے بیٹھے ہیں بلکہ اعانت کے لئے تھا۔ تصویب کے لئے ہے اُن کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہو جائے اس کے لئے۔ تو کیا اشکال ہے اس میں؟
خود شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں غالباً اپنے والد کی طرف سے یا اپنی طرف

سے کر دلی کے فلانے جنگل میں قاری عبداللہ صاحب رہتے تھے۔ ان کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے لئے ہم گئے تھے۔ قاری صاحب کا طریقہ یہ تھا کہ جب قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو آنکھیں بند کرکے خوب جھوم جھوم کر مست ہوکر پڑھتے تھے۔ وہ تلاوت کر رہے تھے۔ کچھ لوگ عربی لباس میں آئے۔ آگے آگے ان کے سردار معلوم ہوتے تھے ذرا دیر ٹھہرے اور پھر کہا بَارَكَ اللّٰهُ اَدَّيْتَ حَقَّ الْقُرْاٰن۔ ترجمہ: اللہ پاک تم کو برکت دے۔ تم نے (تلاوت) قرآن کا حق ادا کر دیا۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ قاری صاحب نے اپنی تلاوت سے فارغ ہوکر آنکھ کھولی۔

پوچھا۔ میاں کوئی آیا تھا؟ میرے قلب پر ایک رُعب طاری ہوا۔

بتایا گیا کہ اس طرح سے ہوا اور تو کچھ معلوم نہیں۔

پھر ایک اور بزرگ آئے۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے تھے یہاں۔ پوچھا گیا کیسے؟

فرمایا کہ میں نے پرسوں خواب میں زیارت کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے یوں فرمایا تھا کہ میں پرسوں قاری عبداللہ کا قرآن سُننے جا رہا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں سو نہیں رہا تھا بلکہ جاگ رہا تھا میری آنکھیں بند نہیں تھیں۔ میں کھلی آنکھوں دیکھ رہا تھا۔

خواب کے واقعات تو بے شمار ہیں لیکن یہ بیداری کی بات ہے۔

بہرحال میں اکابرِ دیوبند کے تعلّق اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی بات بتا رہا تھا

حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت مدنیؒ کے واقعات

ایک خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ تھے۔ انھوں نے دین کی خدمت کی۔ اہلِ بدعت سے مناظرے کئے۔

ان کو شکستیں دیں. حال یہ کہ روضۂ اقدس پر مدینہ پاک میں کھڑے ہو کر وہاں تراویح

میں پورا قرآن پاک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔

روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لیے، تمام بدن کانپ جاتا تھا سر سے پیر تک۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال ابھی بتا ہی چکا ہوں۔ جو صاحب ان کے ساتھ تھے مدینہ منورہ میں انھوں نے بتلایا کہ مولانا روضۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔ گردن جھکی ہوئی، بالکل خاموش، آواز نہیں نکالتے تھے ادب کی وجہ سے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ ایک گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بالکل اسی طرح کھڑے رہتے تھے۔ صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے۔ کیا یہ سب کچھ بغیر عشق کے ہوتا تھا؟ محبت وعشق اصل تو قلب میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا اثر سارے جسم پر ہوتا ہے۔ آنکھوں پر بھی۔ وہ اتباعِ سنت کرتی ہیں۔ کانوں پر بھی وہ اتباعِ سنت کرتے ہیں۔ زبان پر بھی کہ اتباعِ سنت اس کے اندر آجاتا ہے۔ ہر چیز کا یہی حال ہے۔ صرف نام اہلِ سنت رکھنے سے اتباعِ سنت نہیں ہوتا۔

عشق ومحبت کی علامت

اور علامت کیا ہے عشق کی۔ ہر شخص دعویٰ کرسکتا ہے کہ مجھے عشق ہے۔ عشق کا حال تو یہ ہے کہ جس قدر کسی شخص کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عشق ہوگا اسی قدر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے گا۔ اپنی زندگی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بنائے گا۔ یہ اس کی علامت ہے قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي۔ ترجمہ۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے

محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ محبت کی شرط اتباع کو بتایا ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ۔ ترجمہ۔ تم میں سے کوئی تب تک مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے طریقہ (شریعت) کے تابع نہ ہو۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی معارف بیان کرے مکاشفات بیان کرے دوسرے عالم کی۔ اونچی اونچی چیزیں بیان کرے۔ ان کی وہ حیثیت نہیں ہے جو ایک معمولی چیز کی جو سُنّت کے مطابق ہو۔ مثلاً استنجا کرے سُنّت کے مطابق۔ اس کی جو حیثیت ہے وہ اونچے سے اونچے معارف کی بھی نہیں۔

مُحبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے یہ لوگ محبت اور عشق کی علامت یہ ہے کہ زندگی کا ہر گوشہ اتباعِ سُنّت سے منوّر ہو۔ جو کام کرے یہ سوچتے ہوئے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ سُنّت کے خلاف تو نہیں ہے۔

محبت تو قلبی چیز ہے۔ دعویٰ کوئی بھی کر سکتا ہے نعرہ کوئی بھی لگا سکتا ہے کہ ہم ہیں محبینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن اس کی علامت یہ ہے کہ اتباعِ سُنّت ہو

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا اتباعِ سُنّت

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ ہیں مولانا محمود حسن شیخ الہندرح۔ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس رہے۔ ساری عمر حدیث شریف پڑھائی۔ سیاست میں اُٹھے۔ ہندوستان کو آزاد کرانے کے لیے گرفتار ہوگئے کئی برس مالٹا میں جیل میں رہے۔ سخت سے سخت سزائیں دی گئیں مگر وہ اپنی بات کے بڑے پکے اور مضبوط تھے۔ سینہ پر ان کے نشانات تھے۔ پسلیوں پر نشانات تھے۔ مالٹا سے جب واپس تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ تہجد کے

وقت جب حضرت وہاں اٹھتے تھے۔ سردی زیادہ تھی۔ لوٹے میں پانی لے کر مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیٹ سے لگالیتے تھے۔ تاکہ پیٹ کی گرمی سے اس کی ٹھنڈک کچھ کم ہو جائے۔ اس سے وضو کرتے تھے۔ اور نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جو گورے (انگریز سپاہی) پہرے پر تھے۔ وہ سنگین (لاٹھی جس کے آگے چھری سی ہوتی ہے) کے چوکے نماز پڑھتے پڑھتے سینے پر پسلیوں پر مارتے تھے۔ ان کا جو افسر تھا وہ بھی انگریز تھا۔ اس نے کہا۔

ارے کیا غضب کرتے ہو۔ یہ ایسا شخص ہے کہ اگر تم نے قتل کر کے جلا بھی دیا تو اس کے خون سے۔ خاک سے، حق حق کی آواز آئے گی۔

ان کا حال یہ تھا کہ جمعہ کا دن آتا۔ کپڑے دھوتے غسل کرتے جمعہ کی تیاری کے لئے، جیل کے دروازے تک آتے۔ مگر جیل کا دروازہ تو بند ہوتا تھا۔ جہاں تک اپنے بس میں تھا کہ جمعہ کی تیاری کی۔ غسل کیا۔ اس میں کمی نہیں کی۔ آتے ہیں نماز کے لئے جمعہ کی تیاری کر کے۔ آگے دروازہ بند ہے۔ دو آنسو ٹپکا کر واپس ہو جاتے۔ اپنے ہاں ظہر کی نماز پڑھ لیتے۔

قربانی کے لئے گائے پالتے سال بھر تک۔ اس کو خود نہلاتے گھاس دانہ خود کھلاتے۔ گائے کو بھی اتنا تعلق ہو جاتا کہ جب وہ سبق پڑھانے کے لئے گھر سے چلتے تو گائے پیچھے پیچھے آتی اور دارالعلوم کے دروازے پر بیٹھ جاتی بارہ بجے سبق پڑھا کر فارغ ہو کر چلتے تو گائے ساتھ ساتھ چلتی۔ اور جب قربانی کا زمانہ قریب آجاتا۔ تو گائے کا گھاس کم کرتے۔ بجائے گھاس کے دودھ جلیبی کھلاتے ناٹی میں بھر بھر کر۔ اور اس کے مہندی لگاتے۔ پھول بناتے اس کی کمر پر۔ اس کو خوشنما بناتے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا کے راستہ میں اپنا محبوب مال خرچ کرو۔ اس سے محبت

بہت ہو جاتی۔ بقرعید کی نماز پڑھ کر کے اس کو ذبح کرتے اور پھر آنسو بھی ٹپکایا کرتے اور اگلے سال کے لئے قربانی کے واسطے اسی وقت سے دوسری گائے خرید لیتے۔ رمضان میں رات رات بھر نہیں سوتے تھے۔ خود حافظ نہیں تھے لیکن دوسرے لوگوں کو تجویز کرتے تھے۔ ایک کو بلایا ایک پارہ اس نے پڑھا۔ دوسرا آیا ایک پارہ اس نے پڑھا۔ تیسرا آیا ایک پارہ اس نے پڑھا۔ رات بھر نفلوں میں اسی طرح مشغول رہتے تھے۔

نفلیں پڑھتے پڑھتے ایک مرتبہ پیروں پر ورم آگیا۔ اس روز بہت خوش ہوئے بہت خوش کہ حدیث میں آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی پیروں پر ورم آتا تھا نماز پڑھتے ہوئے۔ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع نصیب ہوا۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا اتباعِ سنّت

ہمارے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اتنے بیمار ہوئے کہ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ دو کھڑاؤں بنوائے تھے ان کو زمین پر ٹیک کر بیٹھ بیٹھ کر مسجد میں نماز کے لئے جایا کرتے تھے۔ اس قدر اتباعِ سنّت کا اہتمام تھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مرض الوفات میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا مرض الوفات ہے غشی طاری ہے جب طبیعت کو کچھ سکون ہوا اور مرض کی شدت میں کچھ افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا کہ سات مشکیں پانی کی میرے سر پر ڈالو شاید کچھ سکون ہو اور میں لوگوں کو کچھ وصیّت کر سکوں چنانچہ حسب الحکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سات مشکیں ڈالی گئیں۔ اس طرح غسل سے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گونہ سکون ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۲۳۲ ربانی بحوالہ البدایہ والنہایہ)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سالن دو برتنوں میں آگیا۔ عامۃً ایک سالن بڑے برتن میں آیا کرتا تھا۔ اسی کے چاروں طرف سب بیٹھ کر کھایا کرتے تھے۔ اس دفعہ کوئی صاحب بیمار تھے ان کے واسطے سالن علیحدہ آگیا۔ تو حافظ محمد حسین صاحب نے کہا کہ حضرت اب سالن دو دو طرح کا کھایا جایا کرے گا۔ کہیں حدیث میں دو سالن کھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس پر حضرت مدنی علیہ الرحمہ نے ابو داؤد شریف کی روایت بیان نہیں فرمائی (جس میں دو سالن کا تذکرہ ہے) بلکہ یہ فرمایا: مجھ سے اتباع سنت کہاں ہو سکتا ہے۔ میں تو پیٹ کا کتا ہوں۔ یہ ان حضرات کا حال تھا۔

اشاعتِ دین اور خدمتِ حدیث نبوی ﷺ

جس قدر کسی شخص کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عشق ہوگا اسی قدر سنت کا اتباع کرے گا۔ اپنی زندگی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بنائے گا، اسی قدر دین کی اشاعت کرے گا۔ یہ اس کی علامت ہے۔ اب دیکھ لو اٹھا کر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علماء دیوبند کو عشق ہے، محبت ہے۔ ساڑھے چھ سو طلبہ آج بھی دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف پڑھنے والے موجود ہیں جو رات دن حدیث پڑھتے ہیں۔ بخاری شریف کو چھاپنے والے دیوبندی۔ مولانا احمد علی صاحب

پہلے چھپی ہوئی نہیں تھی، انھوں نے چھپوایا۔ اس پر حاشیہ لکھا۔ جس میں فتح الباری، قسطلانی، عینی کا خلاصہ حاشیہ پر درج ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی بخاری شریف کی تقریر عربی میں چار جلدوں میں "فیض الباری" کے نام سے چھپ کر آچکی ہے۔ مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے بذل المجہود لکھی پانچ جلدوں میں ابوداؤد شریف کی شرح کی۔ رد شیعیت میں مطرقۃ الکرامہ اور براہین قاطعہ جیسی کتابیں لکھیں۔ اور ایک زمانہ تک دورہ حدیث شریف تک کی پوری کتابیں حضرت نے خود پڑھائیں۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے موٹی موٹی چھ جلدوں میں مؤطا امام مالکؒ کی شرح کی۔ آج ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے مصر میں چھپ رہی ہے اور کہاں کہاں چھپ رہی ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کی الکوکب الدری، لامع الدراری وغیرہ کتنی خدمت کی حدیث کی۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے فتاوی کفایت المفتی کتنی جلدوں میں چھپے ہیں۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے فتاوی کتنی جلدوں میں چھپ چکے ہیں۔

مولانا اشرف علی صاحبؒ کے فتاوی کئی جلدوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ انکے یہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب کے فتاوی رضویہ ایک مرتبہ چھپے۔ اسکے بعد تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی تعلیم دینے والے، فقہ، حدیث، تفسیر پڑھانے والے علماء دیوبند ہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو غصے میں بھرے ہوئے آئے کہ علماء دیوبند کا مقابلہ کریں گے، ان کی مخالفت کریں گے۔ لیکن جیسے ہی دار العلوم میں داخل ہوئے دار الحدیث میں دیکھا قال اللہ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازیں سنیں ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ فوراً تائب ہوگئے اپنی بدعات سے۔

حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہوئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ۔

ان میں سے ہر ایک نے دین کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ جہاد کے اندر خوب بہادری سے کام کیا۔ تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے بھی دین کی اشاعت کی۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کی تفسیر "بیان القرآن" لکھی۔ علم حدیث میں اعلاء السنن لکھوائی۔ فقہ حنفی کے فروع کے لیے مختلف کتابیں لکھیں۔ علم تصوف کا خوب کام کیا، اس کے اندر کتابیں تصنیف کیں۔ مثلاً التکشف عن مہمات التصوف، بوادر النوادر وغیرہ۔

غرض جہاں بھی جائے۔ دین کی اشاعت کرے۔ یہ تڑپ ہونی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ مخلوق خدا کے پاس دین پہنچ جائے۔ اسی مقصد کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اسی مقصد کی تکمیل کے واسطے کہ دین کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرکے جیل میں رکھا گیا۔ وہاں کسی شخص کو کسی مجرم کو حضرت نے قرآن پاک شروع کرا دیا۔ مولانا کی جیل کی مدت پوری ہوگئی، رہائی کا پروانہ مل گیا کہ آپ جا سکتے ہیں۔ اس شخص نے (جس کو قرآن پاک شروع کرایا تھا) کہا کہ حضرت آپ جا رہے ہیں میرا تو قرآن شریف رہ گیا۔ مکمل نہیں ہوا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں، میں نہیں جا رہا ہوں میں ٹھہروں گا۔ چنانچہ اس کا قرآن پاک پورا کرنے کے لیے جیل میں خود ٹھہرے رہے۔ اس کا قرآن شریف پورا کرا کے جیل سے باہر آئے۔

حکومت کہتی ہے کہ آپ کی مدت پوری ہوگئی ہے مگر یہ کیوں جائیں؟ وہاں قرآن شریف پورا کرانا ہے۔ دین کی اشاعت جیل کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔

مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ یہ بھی بیعت تھے مولانا رشید احمد صاحبؒ سے، انھوں نے یہ تبلیغ کا سلسلہ قائم کیا۔ ساری دنیا میں جاری ہے۔ مکہ مکرمہ میں، مدینہ طیبہ میں، منیٰ میں اور مزدلفہ میں، عرفات میں، جہازوں پر، ریلوں پر ہر جگہ جاری ہے

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ جب مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر بیت اللہ کا پردہ پکڑ پکڑ کر دعائیں کیں کہ یا اللہ جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں اُن پر بھی مہربانی اور کرم فرما۔ اور جو لوگ میری مخالفت کرتے ہیں اُن پر بھی مہربانی اور کرم فرما۔ وہ اپنے مخالفین کے لیے دُعائیں کرتے ہیں۔

اور ایسا مجاہدہ کیا ہے شروع شروع میں تبلیغ کے سلسلہ میں کہ حیرت ہوتی ہے اللہ الصمد۔ دُبلے پتلے چھوٹے سے آدمی مگر جوش تھا جوش۔ رات کو رو رہے ہیں۔ سارے گھر میں اٹھ کر رات کو گشت کر رہے ہیں، گھوم رہے ہیں۔ ہائے میں کیا کروں۔ ہائے میں کیا کروں۔ بیوی کی آنکھ کھُل گئی۔ بیوی نے کہا کیا بات ہے۔ کچھ پیٹ میں درد ہے؟ کیا تکلیف ہے؟ کہا اللہ کی بندی تو پڑی سو رہی ہے، تو بھی اُٹھ جا۔ چار آنکھیں رونے والی ہو جائیں گی خدا کے سامنے۔ میں نے اُمتِ محمدیہ کے خون کی نہریں دیکھی ہیں۔ چنانچہ اُسی سال ۱۹۴۷ء کے ہنگامے پیش آئے۔ اتنے مسلمان قتل ہوئے خدا کی پناہ۔

وہابی کیا ہے؟

سائل:- کہا جاتا ہے کہ دیوبندی وہابی ہیں۔ کیا ایسا ہی ہے؟ اور یہ رضاخانی اور بریلوی کون ہیں؟

حضرت مفتی صاحب:۔ سُنیے وہابی کیا چیز ہے۔

ایک شخص گذرا ہے عرب میں۔ نام اس کا محمد بن عبدالوہاب اس نے ایک تحریک اٹھائی جس میں ظاہر یہ کیا کہ ہم سُنّت کا اتباع کریں گے، بدعت کو مٹائیں گے، نافرمانیوں کو ختم کریں گے۔ چنانچہ ان کے ساتھ بہت سارے آدمی ہوگئے۔ اور جو شخص بھی یہ بات کہے اس کے ساتھ حسنِ ظن قائم ہو ہی جاتا ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کو بھی یہ کہے گا کہ میں بدعتوں کو مٹاؤں گا اور نافرمانیوں کو ختم کروں گا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی سُنّتوں کو زندہ کروں گا تو آپ کو بھی حسنِ ظن قائم ہوگا کہ بہت اچھا کام ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اتباع انھوں نے کیا مگر ان کے پاس علم کم تھا۔ انھوں نے پڑھا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلّم نے بیت اللہ کا طواف اونٹنی پر سوار ہوکر کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں بھی اونٹنی پر سوار ہوکر طواف کروں گا۔ یہی سُنّت ہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان تو یہ تھی کہ اتنی دیر تک اونٹنی مسجد میں رہی نہ پیشاب کیا، نہ پاخانہ، نہ اپنا لعاب ڈالا۔ اور انھوں نے جو طواف کیا اپنی اونٹنی پر چڑھ کر۔ اونٹنی نے پیشاب بھی کردیا پاخانہ بھی کردیا۔ مسجد کو خراب کردیا۔ تو ان کے پاس علم کم تھا، اتباعِ سُنّت کا شوق زیادہ تھا۔ بعد میں یہ بھی پتہ چلا کہ وہ تو حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اس زمانے کی حکومت نے ان کو شکست دیدی۔ اور اسی زمانے کی بات ہے کہ ادھر ہندوستان میں دہلی میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جہاد کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سیّد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے جہاد کیا۔ آپؒ قافلہ کولے کر چلے۔ کئی لاکھ آدمی ان کے ساتھ تھے۔ انگریز کا تازہ تازہ ہندوستان پر تسلّط تھا وہ بہت

فکرمند تھا کہ کل کو یہ ہمارے ساتھ لڑیں گے، مقابلہ کریں گے۔ لہٰذا اس نے ان حضرات کو بہت سخت ایذائیں دیں، تکلیفیں دیں۔

ڈبلو ڈبلو ہنٹر جو صوبہ بنگال کا گورنر تھا، اس نے اپنی کتاب لکھی ہے۔ "ہمارے ہندوستانی مسلمان" اس کتاب کا نام ہے۔ اصل کتاب تو انگریزی میں ہے اس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ ہم نے ان کی (مسلمانوں کی) بستیوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ لیکن یہ تو برابر بڑھتے جا رہے ہیں جہاد کے نام پر ایسا جوش ہے انکی طبیعتوں میں کہ ہر شخص سر کٹانے کو تیار ہے جہاد کے نام پر۔ اور چونکہ کسی قسم کی دنیاوی غرض ان کے سامنے نہیں۔ اسلئے لوگوں پر اثر ان کا بہت ہے۔ یہ لوگ رات کو تہجد پڑھتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، دن کو مخلوق خدا کی خدمت کرتے ہیں۔ یہ کیفیت انکی ہے۔ ہم عوام کو، پبلک کو ان سے ہٹانا چاہتے ہیں تو ہٹا نہیں پاتے۔

تو ہم نے مجبور ہو کر عوام کو ان سے ہٹانے کے لئے یہ تدبیر کی کہ محمد ابن عبدالوہاب جو عرب میں تھا اس کو شکست ہوئی تھی، اس کی فوج بھی ختم ہو گئی تھی اور وہ بہت بدنام بھی ہوا تھا کہ قبروں کو توڑتے ہیں، زیارت قبور کو منع کرتے ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کو منع کرتے ہیں۔ ان کے متعلق یہ پروپیگنڈہ جب ہندوستان میں پھیلا تو ہم نے مجبوراً ان (مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مسلمانوں) کا رشتہ اُن (محمد بن عبدالوہاب وغیرہ) سے جوڑ دیا اور مشہور کیا کہ یہ وہی پہنے ہوئے پھرے ہیں جو عرب میں تھے اب ہندوستان میں آئے ہیں۔ اور یہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ وغیرہ کے متعلق پھیلایا۔

پس یہ وہابی کا لقب دینے والا ہمارے علماء کو انگریز ہے حالانکہ محمد بن عبدالوہاب سے نہ ہمارا کوئی تعلق استادی شاگردی کا ہے کہ ہم نے ان سے

پڑھا ہو وہ ہمارے اُستاد ہوں، نہ وہ ہمارے پیر نہ مقتدا، ہم یہاں کے رہنے والے وہ وہاں کے۔ وہ یہاں ہمارے پاس نہیں آئے اور ہم وہاں ان کے پاس نہیں گئے۔ ہمارا ان کا کوئی رابطہ نہیں۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی "الشہاب الثاقب" اس میں بہت سے مسائل لکھے کہ ہمارا ان سے (وہابیوں سے) اختلاف ہے ان مسائل میں۔ لہٰذا ہم کو ان کی طرف منسوب کرنا ٹھیک نہیں غلط ہے۔

اب یہ کیفیت ہے کہ دُنیا بھر کی گالیاں ایک طرف اور وہابی کا لفظ ایک طرف۔ وہابی کہدیا اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتا ہے، اولیاء اللہ کو نہیں مانتا۔ قبروں کی زیارت کو منع کرتا ہے۔ ساری باتیں اس ایک لفظ کے اندر۔ فاسق کہا جائے فاجر کہا جائے وہ اتنا سخت نہیں جتنا وہابی کا لفظ سخت ہے۔ ہم بار بار برارت کر رہے ہیں ڈیڑھ سو دو سو سال ہوگئے برارت کرتے ہوئے کہ ہمارا کوئی تعلق محمد بن عبدالوہاب سے نہیں ہے۔

رضا خانی یا بریلوی

مگر اسی زمانے میں مولانا احمد رضا خاں صاحب ۱۳۲۳ھ میں گئے ہیں بریلی سے حجازِ مقدس۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب یوپی کے شہر بریلی کے رہنے والے ہیں اس لئے ان کو بریلوی کہتے ہیں اور ان کا ساتھ دینے والوں کو بریلوی اور رضا خانی بھی لوگ کہتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب ایک کتاب لکھ کر لے گئے۔ اس کتاب کا نام "حسام الحرمین" ہے۔ اس میں بتلایا گیا کہ ہندوستان کا حال بہت تباہ ہو رہا ہے۔ وہاں ایک مرزا قادیانی ہے جو لوگوں کو قادیانی

بنا رہا ہے۔ ایک سرسید ہے جو لوگوں کو دہریہ بنا رہا ہے۔ اور ایک رشید احمد گنگوہی ہے جو لوگوں کو بد دین بنا رہا ہے۔ یہ سب ایک ہی لائن کے آدمی ہیں۔ آج مسلمانوں کے دین کے سنبھالنے کا دار و مدار آپ لوگوں کی تحریر پر ہے۔ لہٰذا اس پر دستخط کر دو۔ ہمارے بزرگوں کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ کر کے پیش کیا ان کے سامنے۔ اور وہاں کے بہت سے علماء دھوکہ میں آگئے۔ اور انھوں نے دستخط کر دیئے۔

اسی زمانے میں مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہیں تھے حجازِ مقدس میں۔ انھوں نے اٹھائیس سوالات لکھ کر بھیجے سہارنپور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان ہی مسائل سے متعلق جو حسام الحرمین میں لکھے تھے۔ مولانا خلیل احمد صاحب رح نے عربی میں ان کے جوابات لکھے اور بہت سارے علماء کے اس پر دستخط کرائے۔ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رح اس کو لے کر گئے۔ حجازِ مقدس۔ وہاں سے شام گئے۔ وہاں کے علماء سے بھی اس پر دستخط کروائے۔ تو جن علماء نے اس سے پہلے حسام الحرمین (مولانا احمد رضا خاں کی کتاب) پر دستخط کئے تھے ان کے سامنے پیش کیا۔ تو انھیں بڑا افسوس ہوا کہ ہمیں دھوکہ دے کر یہ کیا گیا کہ دستخط کرائے گئے تھے۔ حالانکہ یہ لوگ (علماء دیوبند) تو بڑے دلی ہیں بڑے متبعِ سُنّت لوگ ہیں وہ جن کو وہابی کہہ کر آج یہ بدنام کر رہے ہیں۔

میری خود ملاقات ہوئی ایک صاحب سے نام ان کا مولانا عبدالقادر طرابلسی۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہندوستان میں ایک مولوی احمد رضا اور ایک جماعت علماء دیوبند تھی۔ ان میں آپس میں اختلاف تھا۔ اب کیا حال ہے ان کا۔ میں نے کہا آپ طرابلس کے رہنے والے۔ آپ کو کیا خبر ہے اس کی؟ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انھوں نے کہا کہ مولوی احمد رضا خاں یہاں آئے تھے اور انھوں نے مجھ سے خود کہا تھا۔ کتاب لکھ کر لائے تھے۔ کہا تھا کہ اس پر دستخط کر دو۔ میں نے ان سے

یہ کہا تھا کہ کبھی یہ کتابیں تو اردو میں ہیں۔ میں اردو تو جانتا نہیں میں کیسے دستخط کردوں بغیر سمجھے۔ تو انھوں نے یوں کہا کہ میں اس کا ترجمہ عربی میں کئے دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ تو مدعی ہیں خود۔ آپ کا ترجمہ معتبر کیسے ہوگا؟ مگر انھوں نے میرے ایک شاگرد کو پکّا کرلیا۔ شاگرد کو انھوں نے سمجھایا۔ شاگرد نے مجھے سمجھایا تو میں نے یہ عبارت لکھی کہ اگر یہ عبارات واقعی ان حضرات کی ہیں جن کا نام لیا ہے اور ان کا یہی مطلب ہے جو یہ بیان کررہے ہیں۔ آگے پیچھے سے ملاکر مطلب نہیں بدل جاتا تو یہ عبارات کفریہ ہیں ان کا لکھنے والا کافر ہے۔ اور انھوں نے سب کو ایک لائن میں شمار کیا۔ مولانا رشید احمد صاحبؒ کو اور مرزا غلام احمد قادیانی کو اور سر سیّد احمد خاں کو۔ سب کی عبارتیں نقل کی۔ قادیانی کی سر سیّد کی اور یہ کہا کہ یہ سب ایک ہی لائن کے آدمی ہیں۔ اور پھر ان کو اتنا بدنام کیا اتنا بدنام کیا مولوی احمد رضا خاں صاحبؒ نے کہ دنیا بھر میں پھیلا دیا۔ رسالے لکھ لکھ کر چھاپ چھاپ کر۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس فتویٰ قلمی لکھا ہوا ہے۔ مولانا رشید احمد صاحبؒ کا کہ خدا جھوٹ بولتا ہے۔ اور یہ کہا کہ آج تک اس کی تردید شائع نہیں کی حالانکہ فتاوی رشیدیہ میں دیکھ لیجیے۔ مولانا رشید احمد صاحبؒ نے جو لکھا وہ یہ ہے کہ جو شخص یہ کہے یا اعتقاد رکھے کہ خدا جھوٹ بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے ہرگز مسلمان نہیں وہ یہ فرماتے ہیں انھوں نے یہ لکھا۔ نقل کیا انکی طرف سے۔

مناظرے میں بیان کرتے ہیں کہ دیکھو وہابی لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم مرکر مٹی میں مل گئے۔ یہ ان کا عقیدہ ہے حالانکہ فتاوی رشیدیہ میں لکھا ہے۔ ”سوال :۔ زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرکر مٹی میں مل گئے۔ یہ اس کا عقیدہ صحیح ہے یا نہیں“؟ جو سوال تھا سوال کرنیوالے کا اس کو مولانا رشید احمد صاحبؒ کی طرف منسوب کیا کہ انھوں نے فتاوی میں یہ لکھا ہے۔ حالانکہ وہ عبارت سوال کی ہے مولانا کی نہیں

مولانا نے جو جواب دیا وہ یہ ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں مٹی میں دفن کیا گیا تو یہ بات صحیح ہے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ وہ مٹی بن گئے تو یہ بات غلط ہے۔ نبی کا جسم ہمیشہ محفوظ رہتا ہے اس کو مٹی نہیں کھا سکتی۔

براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ انبیار علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم الغیب ہیں۔ کہ دیکھو انبیار کو وہاں عالم الغیب مان رہے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے براہین قاطعہ میں یہ نہیں بلکہ براہین قاطعہ میں یوں لکھا ہے کہ انبیار علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالمِ غیب میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے آتے جاتے ہیں " انھوں نے "عالمِ غیب میں" کو " عالمِ غیب ہیں " بنا دیا۔ عالم میں لام کے زبر کو زیر سے بدل دیا اور میں کو ہیں، بنا کر بات ختم کردی۔ چنانچہ مناظرہ میں اس کی نوبت آئی تھی۔

ہم نے کہا شرم نہیں آتی، ڈوب کے نہیں مرجاتا کہیں، پانی نہیں ملتا ڈوب مرنے کے لیے۔ کیا براہین قاطعہ میں یہی لکھا ہے۔ جو پڑھ رہے ہو ان کو دکھلایا۔

سائل :- علمار دیوبند کے عقائد کیا ہیں؟

مفتی صاحب :- وہی دیکھئے اٹھائیس سوالات جو بھیجے تھے۔ اسکے جوابات عربی میں لکھے تفصیل اس میں ہے۔ اس کتاب کا نام ہے "التصدیقات لدفع التلبیسات" اور پھر اس کا اردو میں ترجمہ کر کے بھی شائع کیا گیا۔ اس کا نام ہے "عقائدِ علمارِ دیوبند" جو عقیدہ جس کے متعلق پوچھنا ہے پوچھئے میں بتاؤں گا۔

عجیب واقعات

سائل :- یہاں بدعات تو جہالت کی وجہ سے تھیں لیکن اب کچھ رضا خانی آرہے ہیں۔

حضرت :- جی۔ اس واسطے کہ وہاں سے ان کا پتہ کٹ رہا ہے۔ ان کو کوئی جگہ تو چاہیئے جینے کے لیے۔

کتابیں منگائیے۔ جن کتابوں پر وہ اعتراضات کرتے ہیں۔ علماء دیوبند کی وہ کتابیں منگائیے۔ مثلاً ایک اعتراض کیا مناظرہ میں کہ تحذیر الناس میں مولانا نانوتویؒ نے ایسا لکھا ہے میں نے کہا۔ کس گنبد میں آپ آرام فرمار ہے ہیں۔ ایک صدی سے زائد کا زمانہ گذر چکا ہے اس کا جواب چھپے، شائع ہوئے کو۔ وہ آپنے نہیں دیکھا۔

کہنے لگے:۔ یہ تو ایسا ہوگیا جیسے کہ کوئی کسی لڑکے کو جوتا مار دے اور وہ کہے کہ میں ابا سے شکایت کردوں گا۔ ایسا ہی ہوگیا ہے یہ۔

میں نے کہا بالکل صحیح سمجھا آپنے۔ اوّل تو وہ کمینہ نہایت بزدل نالائق ہے جو اپنے سے کمزور لڑکے کو جوتا مار دے۔ کمینہ ایسی حرکت کیا کرتا ہے۔ کچھ بہادری ہے تو اپنے برابر والے کا مقابلہ کرکے دیکھے تو چھٹی کا دودھ یاد آجاوے گا۔ اور جس بچے کے سر پر باپ موجود ہے وہ تو یہی کہدیگا کہ ابا سے شکایت کردوں گا اور جو بغیر باپ کا ہو وہ کس سے کہے گا۔ اماں سے کہے گا باپ تو ہے نہیں، کس سے شکایت کروں۔ باپ تو حق تعالیٰ کی نعمت ہے۔

اب بس یہ الزام دیتے پھرتے ہیں کہ علماء دیوبند کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق نہیں ہے۔ خود کو اہلِ سُنّت کہتے ہیں۔ غلط فہمیاں پھیلاتے پھرتے ہیں۔

ایک جگہ سات آٹھ نو آدمی تبلیغی جماعت والے وہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ایک شاگرد آئے۔ انھوں نے تقریر کی۔ ایسی آگ برسائی تقریر میں کہ اللہ کی پناہ۔ سب لوگ دشمن ہوگئے ان تبلیغ والوں کے۔ ان کا گھر سے نکلنا دشوار ہوگیا۔ اور بات یہی کہی کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، توہین کرتے ہیں۔

مولانا منظور صاحب نعمانی سے مناظرہ تھا مولانا حشمت علی کا۔ مولانا حشمت علی نے کہا کہ تم نے گستاخی کی، تم نے توہین کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی، تم توہین کرتے ہو۔ ایک دفعہ کہا دو دفعہ کہا تو مولانا منظور صاحب نے کہا کہ بے غیرت تجھے شرم نہیں آتی۔ تیرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جارہی ہے تو سلامت بیٹھا ہے تجھ سے مرا کیوں نہیں جاتا۔ تو میرے

سامنے تو ہین کرکے دیکھ ابھی تیرے پیٹ میں چاقو ماردوں گا، کہاں ہی محبت اور شان ہے کہ تیرے سامنے توہین کی جارہی ہو اور تو بیٹھا مزے سے پان کھا رہا ہے۔

یہ دعوی تو بہت آسان ہے دوسروں کو کہہ دینا بہت آسان ہے کہ تو نے توہین کی، تو وہاں تبلیغی جماعت والوں کا نکلنا بند ہو گیا گھروں سے مجھے اطلاع کی گئی میں نے کہا اچھی بات ہے تم اعلان کراؤ دیہات میں سب جگہ آس پاس کہ ایک وہابی کی تقریر ہو گی۔ اور دیکھو وہابیوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں اور اگر ان سے کہا جاتا ہے کہ تم گستاخی کرتے ہو تو منکر ہو جاتے ہیں۔

دو ہفتے تک اعلان ہوا اسکے بعد میں گیا۔ گرمیوں کا زمانہ، کھلے ہوئے میدان میں جلسہ کوئی پنڈال وغیرہ نہیں تھا۔ عشا کی نماز کے بعد تقریر شروع ہوئی۔ انہیں بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کیا ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے کیسے وہ حقوق ادا کئے، تابعین نے کیسے ادا کئے۔ ائمہ مجتہدین نے کیسے وہ حقوق ادا کئے، ہمارے اکابر نے کیسے ادا کئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک تو اتنا ہے کہ ساری زندگی ختم ہو جائے تو ختم نہ ہو۔ یہ بیان کیا اور اپنے اکابر کا نام لیکر بیان کیا کہ فلاں نے یہ خدمت کی فلاں نے یہ۔ فجر کی اذان تک تقریر کی۔ اور اڑتالیس میل تک کے علاقے کے لوگ لاٹھیاں لے کر آئے تھے کہ آج اس وہابی کی ہڈیاں توڑ دینی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے گا۔ اذان تک تقریر کی۔ اذان پر وہ لوگ یہ کہہ کر اٹھے کہ بھئی یہ وہابی ہے تو آج سے ہم بھی وہابی۔

پھر ان پیر صاحب کو اطلاع کی کسی نے کہ ایک وہابی آیا تھا اس نے ساری فضا خراب کر دی یہاں کی۔ وہ پیر صاحب آئے، اور جو ان کا سب سے بڑا مرید تھا جسکے یہاں ٹھہرتے تھے جسکے ذریعہ سے انتظام ہوتا تھا جلسے کا۔ ان کے مکان پر آئے۔ اس نے کھڑے ہو کر تعظیم تکریم کی کہ آئیے تشریف لائیے اور آتے ہی یہ کہا کہ آپ میرے پیر صاحب ہیں میں آپ کا مرید ہوں میں نے آپکی بیعت فسخ نہیں کی۔ آپ تشریف لائیں گے۔ آپ کیلئے ٹھہرنے کا انتظام کروں گا

بستر کا انتظام کردونگا اور جب آپ رخصت ہوں آپکے لئے سواری کا انتظام کردونگا لیکن ایک درخواست ہے. آپ اگر چاہیں کہ آپکی تقریر ہو. تو تقریر آپکی نہیں ہوسکتی. اسی کے انتظام سے تقریر ہوا کرتی تھی. تو وہ قصہ ختم ہوا.

اس واسطے ہم لوگ تو اپنے کام میں اتنے لگے ہوئے ہیں کہ ہمیں فرصت نہیں ملتی. ڈاک کا گڈا کا گڈا سامنے رکھا ہوتا ہے ان کے جوابات لکھوانے، سبق پڑھانا، مسائل بتانے اتنی مشغولیت کہ اس کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی.

میرا معمول ہمیشہ سے یہ تھا کہ عید کی نماز پڑھکر ہمیشہ اپنے گھر جایا کرتا تھا بچیوں سے ملنے کے لئے. اب کے موقعہ نہیں ملا. ۲۷ شوال تک موقع نہیں ملا گھر جانے کا. پھر میں ستائیس کو گیا اس طریقہ پر کہ ۲۷ کو فجر کی نماز دیوبند سے پڑھکر گیا اور ۲۷ کو ظہر کی نماز دیوبند آکر پڑھی. گیا تھوڑی دیر ٹھہرا.

ہوڑہ میں ان حضرات نے کانفرنس کی. ستاون ہزار روپیہ اس کیلئے چندہ کیا ان بریلوی حضرات نے. تقریریں کیں. جو بڑے بڑے مقرر تھے ان کو بلایا. ایک صاحب نے کہا تبلیغی جماعت کو کوئی نہیں جانتا دنیا میں. یہ بیس پچیس آدمی محلہ کو لوٹ کے رہنے والے. اس مسجد سے اس مسجد میں چلے گئے. اس محلے سے اس محلے میں آگئے. کسی کو نیچا نیچا کرتا پہنا دیا کہ یہ عرب کا ہے بھائی. یہ بیس پچیس آدمی ہیں ان سے بے فکر رہنا.

یہ اللہ کے بندے کہاں تک جھوٹ بولیں گے. کوئی حد ہے جھوٹ کی. کیا ساری روئے زمین پر جو تبلیغی آدمی ہیں وہی بیس پچیس ہیں جو کلکتہ میں ہیں اور کہیں کوئی نہیں جانتا. اتنے بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں. اللہ الصمد. کایا پلٹ ہوگئی. لوگوں کے حالات بدل گئے، زندگیاں بدل گئیں. کتنے لوگ ایسے تھے جو حج کے لئے جاتے تھے ان کو گھڑی کا نرخ معلوم ہوتا تھا مگر یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ حج کیسے کرتے ہیں. ہر جگہ ان (تبلیغی) حضرات نے جاکر حج کا طریقہ بتلایا، سکھلایا، صحیح طریقے پر حج کرنے کی ترکیبیں بتلائیں.

وہاں (ہوڑہ میں) ایک بڑے پیر صاحب تھے۔ ان پیر صاحب کے مریدین سب کے سب تبلیغ میں آگئے۔ پیر صاحب کو پتہ چلا۔ آئے۔ ان کو (مریدین کو) بلوایا۔ بلا کر ڈانٹا۔ خبیثو! مردودا ملعونو! تم بھی مرتد ہو گئے، کافر ہو گئے، الیاسی ہو گئے، تبلیغی ہو گئے۔ جب وہ سب کچھ کہہ چکے تب ایک صاحب نے عرض کیا کہ :-

حضرت! ہم کچھ نہیں جانتے۔ ان (تبلیغی لوگوں) کے عقائد کیسے ہیں۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ انھوں نے ہمیں اللہ کے گھر کا راستہ بتایا، مسجد میں جانے کا کہ نماز پڑھا کرو۔ اور حضرت! آپ کی خدمت میں ہم حاضر ہو کر نذرانہ بھی پیش کرتے ہیں۔ گالی تو ضرور سنی۔ لیکن کبھی نہیں سُنا آپ کی زبانِ مبارک سے کہ نماز بھی پڑھا کرو۔ ہم کچھ نہیں جانتے تبلیغ والوں کہ وہ کیسے ہیں؟ بس اتنا جانتے ہیں کہ انھوں نے نماز پڑھنے کے لیے کہا۔ خدا کے گھر کا راستہ بتا دیا۔

یہ حالات ہیں۔ بڑی بڑی ان کی خانقاہیں ہیں۔ جہاں اگر کوئی دیوبندی داخل ہو جائے تو بس بُرا حال ہوتا ہے۔

کانپور میں ایک صاحب اپنی مسجد کی دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے (وہاں کے بڑے مفتیٔ اعظم) ایک طالب علم سڑک سے گذر رہا تھا۔ سڑک کے کنارے یہ مسجد تھی۔ اس طالب علم نے دیکھا کہ کوئی صاحب (بزرگ) بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ مسجد میں چلا گیا۔ چل کے مصافحہ کیا۔ اس (مفتیٔ اعظم صاحب) نے پوچھا: کون ہو تم؟ کہا (طالب علم نے) سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم کا طالب علم ہوں۔ ہاتھ جھٹک دیا فوراً (مفتیٔ اعظم صاحب نے) مؤذن کو آواز دی کہ دیکھو کون کُتّا گھس آیا مسجد میں۔ نکالو اس کو یہاں سے۔

مسجد میں کوئی دیوبندی چلا گیا تو اس مسجد کو پاک کراتے تھے کہ مسجد ہی ناپاک ہو گئی۔ خود سب کچھ کرتے رہیں، ہمیں کیا؟ وہ جانیں ان کے اعمال جانیں۔ مگر یہ حال ہے۔

مولانا حشمت علی صاحب (مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ) کی ایک جگہ پر تقریر ہو رہی تھی

لاؤڈ اسپیکر پر۔ آواز مجھ تک بھی آ رہی تھی۔ تقریر کرتے کرتے ان کو کھانسی آئی۔ کہا۔ لاؤ نا دیوبند اُگالدان (وہ برتن جس میں تھوکتے ہیں) لایا گیا۔ اس کے بعد اس میں تھوُ کر کے زور سے تھوکا۔ اس اُگالدان کا نام دیوبند رکھا۔

ایک جگہ پر جانا ہوا وہاں ایک مکتب تھا۔ مدرسہ تھا ان (بریلوی) لوگوں کا۔ دیکھا کہ ایک جگہ پر لکھا ہوا ہے جلی قلم (موٹے قلم) سے۔ دیوبند۔ اور ایک جگہ پر لکھا ہوا تھا۔ تھانہ بھون۔ یہ کیا؟ معلوم ہوا کہ ایک پاخانہ ہے اور ایک پیشاب خانہ ہے۔ بچہ جب اُستاد سے پوچھتا ہے کہ میں پاخانہ کے لیے جاؤں، پیشاب کے لئے جاؤں تو اس طرح (پاخانہ پیشاب کہکر) نہیں پوچھتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میں دیوبند جاتا ہوں، میں تھانہ بھون جاتا ہوں۔

(دیوبند کا لفظ ظاہر ہے۔ تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامّت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قیام فرما تھے)

کانپور میں ایک صاحب نے کہا کہ میں پہلے مولانا حشمت علی صاحب (خلیفہ مولانا احمد رضا خاں) سے بیعت تھا۔ اور مجھے انھوں نے بتا رکھا تھا۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہ (العیاذ باللہ) ان کا چہرہ خنزیر جیسا ہو گیا ہے۔ اس لیے ہر وقت وہ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) چہرے پر پردہ ڈالے رکھتے ہیں، کسی کو دکھلاتے نہیں۔ (ایسا اس لیے ہو گیا ہے) کیونکہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں تو مولانا (اشرف علی تھانویؒ) کانپور تشریف لائے۔ اس شخص نے کہا کہ میں قصداً دیکھنے کے لیے آیا کہ ان کے چہرے پر پردہ پڑا ہوا ہے یا نہیں۔ آکے دیکھا مجلس میں (حضرت تھانویؒ) بیٹھے ہیں کوئی پردہ نہیں ہے۔ نورانی چہرہ، بڑا خوبصورت، ان کی (حضرت تھانویؒ کی) صورت دیکھتے ہی میری زبان سے اپنے پیر کے متعلق لعنت نکلی کہ خدا تم پر لعنت کرے۔ تم نے مجھے اب تک دھوکے میں رکھا۔ پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا۔

ایک عورت پہلے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے بیعت تھی۔ اس کے بعد حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئی۔ اس نے اپنا خواب لکھا (حضرت تھانویؒ کو) کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب یوں کہہ رہے ہیں کہ اشرف علی یوں کہتا ہوگا کہ احمد رضا خاں بڑا بدمعاش تھا۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الحمد للہ میں نے کبھی یہ لفظ نہیں کہا۔ میں اپنی زبان کیوں خراب کروں۔

ہمارے بزرگوں کا تو یہ طریقہ ہے کہ کیوں اپنی زبان کو خراب کیا۔ کیوں کسی کو بُرا کہا؟ اتنی دیر تو اپنا کام کرنا چاہیئے۔

بیان القرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی بشارت

خواب میں دیکھا ایک صاحب نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما ہیں۔ کسی آیت کا مطلب اس (خواب دیکھنے والے) نے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیان القرآن" میں دیکھو۔ بیان القرآن تفسیر ہے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی۔

انھوں نے یہ خواب مولانا تھانویؒ کو لکھا۔ تو مولانا تھانویؒ نے فرمایا

ع بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست

کہ اس خوشخبری پر اگر میری جان بھی قربان ہو تو ٹھیک ہے۔ پھر ساری رات نہیں لیٹے۔ برابر درود شریف پڑھتے رہے۔

بزرگوں کا حوصلہ

اور دیکھئے حوصلہ۔ کتنی بلند بات ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ بھئی! مولانا احمد رضا خاں صاحب ہم لوگوں کو بُرا کہتے ہیں۔ غصہ ہے ان کو۔ شاید وہ یہی سمجھتے ہوں کہ ہم گستاخی کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں۔ اس وجہ سے وہ غصہ کرتے ہیں۔ یہ جذبہ اللہ کے یہاں بڑا قابلِ قدر ہے۔ کیا بعید ہے کہ یہی جذبہ ان کے لیے ذریعۂ نجات بن جائے۔

اگرچہ یہ بات (کہ ہم حضورؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں) بالکل غلط ہے۔ ہم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں گستاخی نہیں کرتے۔ لیکن جس شخص کو وہ یہ سمجھیں کہ وہ گستاخی کرتا ہے۔ اس شخص کے متعلق غصہ ہونا ہی چاہیے۔

وہ اس چیز کو ان کے لیے ذریعۂ نجات تجویز کرتے ہیں اور یہ بڑی سے بڑی عبادتوں کو بھی ذریعۂ نجات تجویز کرنے کے لیے تیار نہیں۔

چند مزید واقعات

بمبئی کے قریب ایک جگہ بھیونڈی ہے۔ وہاں بھی ایک سال مناظرہ کی ٹھن گئی تھی مولانا ارشاد صاحب (مبلغ دارالعلوم دیوبند) کے ساتھ۔ مجھے اسی سال حجازِ مقدس جانا تھا۔ وہاں کے چند لوگ بھی حجاز جانے والے تھے۔ ایک ہی جہاز میں ہم اور وہ لوگ بیٹھ گئے۔ کھاتے پیتے ساتھ تھے۔ کسی قسم کی کوئی اختلافی بات نہیں ہوئی تھی۔ مکہ مکرمہ گئے پندرہ رمضان تک وہاں رہے۔ اس طرح سے کہ ہر روز تراویح کے بعد ہم لوگ حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ) کی ہمرکابی میں تنعیم جاتے تھے وہاں سے احرام باندھ کر آتے تھے، عمرہ کرتے تھے، پھر حلال ہو جاتے تھے۔ اس واسطے چودہ عمرے اس رمضان میں ہو گئے۔ اسکے بعد مدینہ شریف گئے۔ آدھا رمضان وہاں گذارا۔ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی میں صفِ اوّل میں بڑی جماعت قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہتی تھی۔ زیادہ وقت ان کا تلاوت میں گذر رہا تھا۔ میں نے اس شخص کو دکھلایا کہ دیکھو یہ سب دیوبندی بیٹھے ہوئے ہیں

کیا یہ سب گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ ان میں سے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت نہیں۔ وہ شخص رو پڑا کہ ہمیں اندھیرے میں رکھا ہمارے بڑوں نے۔ اتنی بُرائیاں کیں دیوبندیوں کی ہمارے سامنے کہ ان کے نام سے نفرت ہوگئی۔

بس اس کے بعد سے اس کے سب حالات درست ہوگئے۔ داڑھی بھی اس نے رکھ لی۔ دیر تک خط وکتابت بھی رہی۔

مسلمان دین کے اعتبار سے کتنا ہی کمزور ہو بے عقل ہو لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کو برداشت نہیں کرسکتا۔ پھر جب دیوبندیوں کا تعارف اس طرح سے کرایا جائے کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں تو کس مسلمان کے دل میں غضب اور غصہ پیدا نہیں ہوگا۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حجازِ مقدس جانے کا ارادہ کیا۔ بڑا قافلہ ساتھ تھا۔ بمبئی میں ان کو ٹھہرنے کے لیے جگہ نہیں ملی۔ آبادی سے باہر ایک جگہ کو کرایہ پر لے لیا۔ آسانی سے وہاں شامیانہ تان کر ٹھہرے۔ کئی روز ٹھہرنا تھا جہاز کے انتظار میں۔ ہر طرف شور ہوا کہ وہاں وہابی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بریلوی لوگ بھی آتے تھے دیکھنے کے لیے۔ کچھ لوگ دور سے دیکھتے تھے کچھ لوگ پاس آکر دیکھتے جاتے تھے۔ کہتے تھے بھئی دیکھے ہو کہا جاتا ہے کہ یہ وہابی ہیں۔ یہ تو بڑے اچھے ہیں۔ کوئی تلاوت میں مشغول ہے کوئی تسبیح پڑھ رہا ہے کوئی دعا کر رہا ہے کوئی رو رہا ہے۔

پشاور کا واقعہ ہے کہ ایک امام صاحب مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے آئے مسجد کے قریب ایک ہندو بنیے کی دوکان تھی۔ امام صاحب اس سے سودا خریدتے تھے۔ زیادہ تر ادھار لیتے تھے۔ سامان لیتے رہے۔ قرضہ بہت ہوگیا امام صاحب پر۔ تو اس بنیے نے امام صاحب کو کچھ سخت بات کہدی۔ کہ میرے پیسے نہیں دیتے کھاتے رہتے ہیں۔ امام صاحب نے مسجد میں اعلان کردیا کہ (ہندو) بنیا وہابی ہوگیا۔ بس کیا تھا۔ سب نے

اس کا بائیکاٹ کردیا۔ سامان خریدنا چھوڑ دیا۔ ان لوگوں کے ساتھ پہلے اس کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ ہنستے کھیلتے تھے اس کے ساتھ۔ اب اس کے ساتھ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں کرتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا بات ہوئی؟ اس نے کسی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ تو تو وہابی ہوگیا۔ بنئے نے پوچھا وہ کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا ارے تو کیا سمجھے گا کہ وہابی کیا ہوتا ہے۔ ترکیب میں بتاؤں۔ امام صاحب سے کہنا آپ تو آتے نہیں کیا بات ہے؟ پیسے نہیں ہیں دینے کے لئے، نہ سہی۔ پھر بھی سودا تو لیجئے۔ پیسے کی ضرورت ہے تو وہ بھی لیجئے۔ بنئے نے ایسا ہی کیا۔ اب امام صاحب نے اعلان کیا کہ اس نے (بنئے نے) وہابیت سے توبہ کی۔ اب یہ وہابی نہیں رہا۔ پھر لوگوں نے حسب سابق سامان خریدنا شروع کردیا۔

کانپور میں ایک شخص بہت بڑا بدعتی تھا۔ حوض کے اس کنارے پر میں، دوسرے کنارے پر وہ وضو کر رہا تھا۔ کسی شخص نے اس سے کہا کہ یہاں اس مسجد میں حدیث کی کتاب سنائی جاتی ہے۔ آپ تشریف نہیں لاتے۔ کہنے لگے میں تو نہیں سن سکتا۔ میں کیسے آؤں۔ میرے نزدیک تو یہ مسلمان ہی نہیں ہیں۔ میں نے بھی یہ الفاظ سننے اور مجھے سنانے کے لئے ہی اس نے کہے تھے۔

میں ایک روز ہوٹل میں چائے پینے کے لئے گیا۔ وہاں وہ بھی تھے۔ میں نے ہوٹل والے سے کہا بھئی حلوا لاؤ، چائے لاؤ۔ اور ان کی تواضع کی۔ انھوں نے ہلکا سا انکار کیا۔ اس کے بعد شریک ہوگئے۔ بس میری ساری دیوبندیت، وہابیت، کفریت ختم ہوگئی۔

ایک روز مسجد میں امام صاحب موجود نہیں تھے۔ تو مجھ سے کہا کہ آپ نماز پڑھائیے میرے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار ہوگئے۔ (اس سے پہلے مسلمان بھی نہیں سمجھتے تھے) میں نے کہا۔ بس۔

اسی مسجد میں دستار بندی کا جلسہ تھا۔ میں نے تقریر کی۔ انھوں نے سب سے پہلے اٹھ کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ ہاتھ چومے اور کہا کہ آپ نے تو دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔ غرض درجہ حلوا اور ایک کپ چائے سارے کفر کا کفارہ بن گئے۔

مولانا صدیق احمد صاحب (باندوی مدظلہٗ العالی) نے ایک دفعہ اطلاع کی کہ یہاں قریب کے گاؤں میں فلاں پیر صاحب آرہے ہیں۔ ایک شادی ہے۔ لوگوں نے مجھے بھی بلایا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں کہ کیا کروں۔ جاتا ہوں تو وہ پیر صاحب ہمارے اکابر کو گالیاں دیتے ہیں، گالیاں دیں گے سننی پڑیں گی۔ اگر میں بولتا ہوں تو فساد ہو جائے گا۔ غرض بولوں تو مصیبت نہ بولوں تو مصیبت۔ کیا کروں۔

میں نے ان کو جواب لکھ کر بھیجا کہ آپ گھبرائیں نہیں۔ جس وقت وہ آئیں گے آپ تار بھیج دیجئے۔ فون کر دیجئے۔ میں انشاء اللہ وہاں پہنچ جاؤں گا۔

چنانچہ شادی ہوئی۔ پیر صاحب نے مناظرہ کے لئے کہا۔ مولانا صدیق صاحب نے کہا کہ مناظرہ سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ بے کار ہے۔

اس نے کہا اگر مناظرہ نہیں کرتے تو دیوبندیت کی لعنت سے توبہ کرو۔ انھوں نے مولانا کو مجبور کیا۔ تو مولانا نے کہا اچھی بات ہے۔ چلو مناظرہ سہی۔

وہ پیر صاحب مولانا سے بولے کہ اپنے پیر صاحب کو بلا لو۔ تاریخ مقرر کر لو۔ مولانا نے کہا۔ یہی آج ہی کی تاریخ ہے (جمع ہو ہی گئے ہیں) کسی کو بلانے کی ضرورت ہی نہیں میں تنہا کافی ہوں۔ اس پر پیر صاحب نے کہا کہ اس وقت مناظرہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہمیں حج کو جانا ہے۔ حج سے واپسی پر مناظرہ ہوگا۔

مجھے اطلاع کی کہ یہ ہو گیا۔ میں نے کہا یہی غنیمت جان لو۔ اب جو حضرات اہل قلب ہیں۔ اللہ نے جن کے دل میں اپنا خوف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ڈال دی ہے ان کی تقریریں کرائیے۔ جلسے کرائیے۔ اور صرف نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حقوق

بیان کیجئے اور یہ کہ ان کے ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے ذہنوں میں جو مغالطہ ہے وہ ختم ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب پیر صاحب واپس پہونچے تو مولانا نے مجھے اطلاع کی۔ میں دیوبند سے وہاں پہنچا اور دوست احباب کو بھی بلا لیا۔ مولانا ارشاد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند سے، مولانا قاری صدیق صاحب باندہ سے، لکھنؤ سے مولانا عبدالسلام، مولانا عبدالوحید فتحپور سے، کانپور سے مولانا منظور صاحب، مولانا مبین صاحب، مولانا ریاست صاحب۔ غرض بڑا مجمع کا مجمع پہونچا۔ لیکن ادھر حکومت نے کلکٹر نے دفعہ ایک سو چوالیس (۱۴۴) قائم کردی کہ کسی جلسے کی اجازت نہیں۔ اور ہم بھی پولیس کے پہرے کے باوجود ٹرک میں بہت احتیاط سے پہنچ ہی گئے۔

ان لوگوں نے ہمارے پاس اطلاع بھیجی کہ کلکٹر کی طرف سے ممانعت ہو گئی ہے۔ لہٰذا ہم لوگ دوبارہ اپنے آدمیوں کو بھیج رہے ہیں تاکہ اجازت ہو جائے۔ آپ بھی اپنا نمائندہ بھیج دیجئے۔ تاکہ دونوں فریق کی موجودگی میں اجازت ہو جائے۔ ہم نے کہا بہت اچھا۔ بھیجدیا نمائندہ۔ کلکٹر ہندو تھا۔ اس نے کہا کیا بات ہے۔ مناظرہ کیا ہوتا ہے؟

انھیں بتلایا گیا کہ جس طرح سے عدالت میں دو وکیل کھڑے ہو کر گفتگو کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے اس طرح سے ہے۔ دوسرا کہتا ہے اس طرح سے نہیں بلکہ اس طرح ہے۔ اسی طرح مناظرہ ہوتا ہے۔ کلکٹر نے کہا۔ یہ تو مباحثہ ہے۔ اس میں کیا حرج ہے؟ کس بات پر ہے مباحثہ؟

ان سے کہا گیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے عالم جو گذرے ہیں یا کچھ موجود ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔ مثلاً مولانا حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا محمد میاں، مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ علماء دیوبند کا نام لیا جو سیاست

میں بھی حصہ لیتے تھے (کہ ان لوگوں کو ان ہی کا تعارف زیادہ ہوتا ہے)

کلکٹر نے کہا۔ یہ ان کو کہتے ہیں مسلمان نہیں ہیں۔ ایسا کیوں کہتے ہیں۔ یہ تو غلط طریقہ ہے۔ ایک پنڈت کو یہ تو کہنے کا حق ہے کہ میں پنڈت ہوں۔ لیکن یہ کہنے کا حق نہیں کہ فلاں پنڈت پنڈت نہیں۔ اپنے متعلق تو دعویٰ کر سکتا ہے لیکن دوسرے کے متعلق نفی نہیں کر سکتا۔ اس پر تو فساد ہو جائے گا۔ جب مسلمانوں کے بڑوں کو یہ کہا جائے گا کہ وہ مسلمان نہیں۔ پھر اس کو کون برداشت کرے گا۔ اس پر ان لوگوں (بریلویوں) نے کہا کہ جی ہاں وہ مسلمان نہیں تھے۔ اس پر کلکٹر نے کہا کہ یہ نیکی پھیلانے کے لئے کیا میرا ہی ضلع رہ گیا۔ سب کو پکڑ کے بند کر دونگا خوب ڈانٹ دیا۔ غرض مناظرہ ہی ختم ہو گیا۔

جب وہاں سے واپس ہونے لگے۔ اس شخص نے کہا کہ صاحب ہم تو مناظرہ سننے کے لئے آئے تھے آپ جا رہے ہیں۔ ہم نے کہا ہم بھی مناظرہ کرنے آئے تھے۔ آپ اجازت لو کلکٹر صاحب سے۔ یہ آپ کا ضلع ہے۔ ہم تیار ہیں مناظرہ کے لئے اگر اجازت مل جائے۔ اگر تم لوگ اجازت نہیں لے سکتے۔ ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں۔ چلو دیوبند۔ یہاں ہم آپ کی دعوت پر آئے تھے۔ وہاں آپ ہماری دعوت پر آئیں۔ وہاں کلکٹر سے اجازت لینا ہمارے ذمہ ہوگا بلکہ جتنے مہمان آپ کے ساتھ ہوں گے ان سب کا کھانا بھی ہمارے ذمہ۔

انھوں نے کہا۔ ہم دیوبند تو نہیں آ سکتے۔ ہم نے کہا۔ ہم نے تو یہ جواب نہیں دیا تھا کہ ہم آپ کے یہاں نہیں آ سکتے۔

ایک اور شخص نے کہا۔ ہم تو مناظرہ کے لئے آئے تھے۔ میں نے کہا۔ تم کون ہو۔ اس نے کہا۔ سُنّی ہوں۔ مولانا احمد رضا خاں کا معتقد ہوں۔ میں نے کہا۔ وہ تو سُنّی نہیں تھے۔ اس واسطے کہ انھوں نے کہا ہے کہ مجھے سُنّتیں معاف ہیں۔ جس کی سُنّتیں معاف ہوں وہ سُنّی کیسے ہو سکتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کی کتابوں میں یہ موجود ہے کہ :-

"بحمد اللہ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں کہ سنتیں مجھے معاف ہیں۔ میں نے سنتیں تو

نہیں چھوڑیں. البتہ نفلیں اسی روز سے چھوڑ دیں؛"

حالانکہ نفلیں پڑھنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نہیں چھوڑیں. جب سنتیں معاف ہیں تو سنتیں کیسے؟

مولانا ریاست علی صاحب نے کہا کہ اچھا کوٹ (مقام کا نام) چلو وہاں مناظرہ کریں گے. لیکن وہ کہاں آتے.

بہرحال مناظرہ نہیں ہوا. خوب روپیہ اور چالیس من غلہ ان لوگوں نے مناظرہ کے لئے جمع کیا تھا. یہ کہہ کر کہ وہابیوں کے یہاں سنت کا جھنڈا گاڑنا ہے. اب ان کی جماعت نے مطالبہ کیا کہ ہمارا غلہ اور روپیہ واپس کیجئے. جب مناظرہ نہیں ہوا تو غلہ اور روپیہ کیوں رکھتے ہو. لائیے واپس. ان کا تو گذارہ ان ہی چیزوں پر ہے. پھر انھوں نے یہ تجویز کی کہ کانپور میں مناظرہ ہوگا. کانپور سے مجھے اطلاع کی گئی. میں نے کہا کہ انکار ہرگز مت کرنا مناظرہ سے. جو شرائط وہ رکھیں رکھنے دیں.

اصل میں وہ چاہتے تھے کہ چاہے ایک ہی جھڑپ ہو جائے تاکہ یہ غلہ اور روپیہ ہضم ہو جائے. مناظرہ سے چورن کا کام لینا چاہتے تھے. وہاں بھی مناظرہ نہیں ہوا. البتہ اپنا جلسہ کرکے تقریریں کیں. جو کہنا تھا کہہ دیا.

اور حال ان کا یہ کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے جھیڑتے رہتے ہیں، گالیاں دیتے رہتے ہیں پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں. وہ کرتے رہیں جو کچھ کرتے ہیں. ہمیں ان کا کیا جواب دینا. ہمارے اکابر کا کام دنیا کے سامنے ہے. ہمیں اپنے کام سے فرصت نہیں.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی

لکھنؤ میں ایک صاحب رہتے ہیں. مولانا وارث حسن کے صاحبزادے. مولانا وارث حسن صاحب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے. ان کے پاس ایک شخص آیا.

اس نے کہا۔ میں مرید ہونا چاہتا ہوں۔ لیکن میں فلاں فلاں کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ کافر سمجھتا ہوں۔ اکابرِ دیوبند کا نام لے لے کر کہا کہ ان کو کافر سمجھتا ہوں۔ اس کے باوجود آپ مجھے مرید کرسکتے ہیں تو کرلیں۔ انھوں نے مرید کرلیا۔

پھر ایک روز وہ شخص آیا۔ بدن کانپتا ہوا، روتا ہوا، بہت بے قرار۔ اس نے عرض کیا۔ میں نے خواب میں زیارت کی نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف فرما ہیں اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں پر اس طرح سے ہاتھ رکھے ہوئے دوزانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس طرح سے التحیات میں بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں حضور! میرا قصور تو بتا دیجئے کیا ہے؟ یہ لوگ کیوں مجھے بُرا کہتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے دونوں ہاتھ ان کے پکڑے اور پکڑ کر سینے سے چمٹا لیا اور فرمایا "میں تو بُرا نہیں کہتا۔ میں تو بُرا نہیں کہتا۔"

اب میں اس واسطے آیا ہوں کہ آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ ان حضرات کو کبھی بُرا نہیں کہوں گا۔

اس لیے ہم نہیں اپنی برارت کے لیے۔ اور اپنے اکابر کی برارت کے لیے کچھ نہیں کہنا۔ انکی خدمات لوگوں کے سامنے ہیں روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔

البتہ بھئی جو حضرات مخالف ہیں، دعا کریں ان کے لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلب میں صلاحیت پیدا فرمائے، غلط راستے سے حفاظت فرمائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا حقیقی متبع بنائے۔ آمین!

ختم شد

سلام بدرگاہِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

پیش فرمودہ :- حضرت اقدس جامع شریعت و طریقت مفتی محمود حسن گنگوہی دامت برکاتہم وفیوضہم

بڑھاپا ہے چلا ہوں سوئے یثرب — لرزتا لڑکھڑاتا سر جھکائے

گناہوں کا ہے سر پر بوجھ بھاری — پریشاں ہوں اسے اب کون اٹھائے

کبھی آیا جو آنکھوں میں اندھیرا — تو چکرا کر قدم بھی ڈگمگائے

کبھی لاٹھی کبھی دیوار پکڑی — کبھی پھر بھی قدم جمنے نہ پائے

نہ بیٹا ہے نہ پوتا ہے نہ بھائی — کوئی گھر میں نہیں جو ساتھ جائے

نہیں کچھ آرزو اب واپسی کی — وہیں رکھے خدا واپس نہ لائے

مگر چلتا رہوں گا دھیرے دھیرے — دیا والا میری نیّا ترائے

وہاں جا کر کہوں گا گڑگڑا کر — سلام اس پر جو گرتوں کو اٹھائے

سلام اس پر جو سوتوں کو جگائے — سلام اس پر جو روتوں کو ہنسائے

سلام اس پر جو اُجڑوں کو بسائے — سلام اس پر جو بھوکوں کو کھلائے

سلام اس پر جو پیاسوں کو پلائے

سلام اس پر جو گریوں کو سجائے

حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

کی چند اہم مطبوعات

فتاویٰ محمودیہ :۔ جس میں موجودہ وقت کے اہم اور ضروری فتاویٰ مکمل و مدلل بیان کیے گئے ہیں۔ جلد اوّل تا دہم طبع شدہ یازدہم زیرِ طبع

نغمۂ توحید :۔ توحید باری کو اشعار میں پیش کیا گیا ہے۔ طبع شدہ

گلدستۂ سلام :۔ بدرگاہِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام "

مواعظ فقیہ الامت :۔ حضرت والا کے مختلف اصلاحی مواعظ کے مجموعے اوّل تا رابع "

ملفوظات " :۔ حضرت والا کی مجالس کے انمول موتی "

معمولاتِ یومیہ مع شجرہ :۔ جس میں سالکین کے لیے معمولات کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ آخر میں منظوم شجرہ بھی مذکور ہے۔ "

اسبابِ لعنت کی چہل حدیث ، اسبابِ مصائب اور ان کا علاج

اسبابِ غضب حدیث کی روشنی میں ، سرکاری سودی قرضے

حقیقتِ حج ، رفع یدین اور قرأت خلف الامام

ادرہ فیضان حضرت گنگوہی رح

ملنے کا پتہ

مکتبہ دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ

کشمیر پن ۱۹۳۲۰۵